وَلِيَتَذَكَّرَ أُوْلُوا الْأَلْبَابِ

اہل فکر

کے لئے یاددہانی

مرتب

امتیاز احمد

ماسٹر آف فلاسفی (لندن)

مترجم

(ڈاکٹر) حافظ سلمان الفارس

مصنف : .... امتیاز احمد
شہریت : .... امریکی
تعلیم : .... ماسٹر آف فلاسفی (لندن)
۱ ۔ ہیڈ آف فزکس ڈیپارٹمنٹ گورنمنٹ ڈگری کالج اسلام آباد ۔ پاکستان
۲ ۔ پرنسپل اسلامک اسکولز ۔ امریکہ
۳ ۔ جنرل مینیجر مرسی انٹرنیشنل (Mercy International) رفاعی ادارہ امریکہ
۴ ۔ بانی توحید مسجد آف فارمنگٹن ہل میشیگن (Farmington Hill Michigan)
اینڈ توحید مسجد آف ڈیٹرائٹ میشیگن امریکہ (Detroit Michigan)
۵ ۔ مشیر عریبین ایڈوانس سسٹمز (Arabian Advanced Systems)
مصنف کا پتہ : ص ۔ ب: 4321 ۔ مدینہ منورۃ ۔ سعودی عرب
ای میل : Email: mezaan22@hotmail.com
ویب سائٹ : Website: www.imtiazahmad.com
For URDU visit ; www.QuranoSunnah.com

امتیاز احمد (مقیم مدینہ منورۃ) کی کتابیں مندرجہ ذیل مقامات سے مناسب قیمت پر حاصل کی جا سکتی ہیں ۔

1 - BOOKS AND BOOKS store in Commercial Center,
Satellite Town, Rawalpindi in PAKISTAN,
00-92-51-4420495, 4420248, Fax 4423025
KHALID ZAMAN 00-92-3335111722

2 - DARUL HUDA , CHENNAI, TAMILNADU, INDIA
91-44-25247866, 9840174121, 9840891551
Email. muftiomar@yahoo.com

3 - FOR LAHORE PAKISTAN, CONTACT :
Ammar - ul - Islam 0300- 8464042
email. mrammar@hot

الطبعة الأولى : أغسطس ۲۰۰۴م
فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر
أحمد، امتياز
اهل فكر .... / امتياز أحمد ـ المدينة المنورة ۱۴۲۵هـ
۹۰ ص ، ۲۱ سم
۱ ـ خطبة الجمعة (النص باللغة الأردية)
ديوى : ۲۱۳ ۱۴۲۵/۲۵۸۰
رقم الإيداع : ۱۴۲۵/۲۵۸۰ ردمک : ۹۹۶۰ ـ ۴۴ ـ ۹۲۳ ـ X
مطابع الرشيد : المدينة المنورة ـ ص ب : ۱۱۰۱ ـ فون : ۰۰۹۶۶ـ۴ـ۸۳۶۸۳۸۴

فہرست

مقدمہ

اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ اسلام ایک عالمی اور آفاقی دین ہے جو زمان و مکان کی حدود و قیود سے آزاد ہے۔ یہ دین نہ تو کسی خاص عہد یا دور کے لئے نازل ہوا اور نہ اسے کسی مخصوص ملک علاقے یا نسل کے لئے اتارا گیا۔ بلکہ یہ رب العالمین کا بھیجا ہوا دین ہے اور اسے تمام جہانوں اور تمام زمانوں کے لئے نافذ کیا گیا ہے۔ بقول شاعر

ازل اس کے پیچھے، ابد سامنے　　　نہ حد اس کے پیچھے نہ حد سامنے

اسلام دین فطرت ہے۔ یہ بنی نوع انسان کی فطری اقدار کا مظہر ہے۔ یہ عالمی اخوت اور بھائی چارے کے اصولوں پر مبنی ہے۔ یہ امن و آشتی کا علمبردار اور صلح و محبت کا داعی ہے۔

اسلام علم کا حامی اور جہالت کا دشمن ہے۔ اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام انبیائے کرام کو معلم اور مبلغ بنا کر بھیجا۔ اور وہ عمر بھر اسلام کے پرچار اور اس کی اشاعت میں لگے رہے۔ حضرت نوح علیہ السلام اس کی ایک درخشندہ مثال ہیں جنہوں نے ساڑھے نو سو برس کی طویل عمر پائی اور تمام عمر دین اسلام کی تعلیم و تبلیغ میں بسر کر دی۔ خود حضرت محمد ﷺ کا ارشاد ہے کہ مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا۔ ایک اور جگہ پر آپ نے فرمایا کہ مجھے اس لئے مبعوث کیا گیا کہ میں لوگوں کو خلق کی تعلیم دوں اور اخلاق حسنہ کی تکمیل کروں۔

گویا اسلام کی اساس اور مسلمان کی میراث علم ہے۔ لیکن یہ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ دور حاضر کا مسلمان اپنی اس عظیم میراث کو گم کر بیٹھا ہے اور مزید کرب کی بات یہ ہے کہ اسے اپنی اس متاع گم گشتہ کا احساس بھی نہیں رہا۔ اور علم کی تحصیل اور تدریس جو فی الحقیقت ہمارے لئے "فرض عین" کا حکم رکھتی تھی اب شاید "فرض کفایہ" بھی نہیں سمجھی جاتی اور دین اسلام کی اشاعت کا فریضہ اب سکڑ سکڑ کر مسجد کی چار دیواری تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔

تاہم غنیمت ہیں وہ معدودے چند اشخاص جو اس گئے گذرے دور میں بھی علم دین کی اشاعت میں سرگرم ہیں اور مادی اقدار اور لادینی شعار کے اس ظلمت کدہ میں دین اسلام کی شمع کو روشن رکھے ہوئے ہیں۔ ان قابل رشک اور لائق ستائش مسلمانوں میں ہمارے ایک دوست اور دینی بھائی جناب امتیاز احمد صاحب بھی ہیں۔ جو ہمہ وقت قلمی جہاد میں مصروف ہیں۔ اور جنہوں نے اپنے آپ کو اشاعتِ دین کے لئے گویا وقف کر رکھا ہے۔ وہ عملاً اپنی ذہنی، جسمانی اور مالی صلاحیتوں کو بروئے کار

لا کر دین اسلام کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلا رہے ہیں۔ امتیاز صاحب کی پہلی کتاب (جو کہ نئے مسلمانوں کی سچی کہانیوں پر مشتمل ہے) سب سے زیادہ مقبول ہوئی وہ اب دنیا کی بارہ مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو کر کروڑوں کی تعداد میں تقسیم ہو چکی ہے۔ اسی طرح ان کی دوسری کتاب جو ان کی تقاریر دلپذیر کا مجموعہ ہے اور مقبول خلائق بھی وہ انگریزی میں Speeches for an Inquiring Mind اور اردو میں ''شاید کہ ترے دل میں اتر جائے میری بات'' کے عنوان سے دستیاب ہے۔ اور اس کا ترجمہ بھی مزید زبانوں میں ہو رہا ہے۔ ان کی تیسری کتاب جس کا انگریزی میں ٹائیٹل Reminders for People of Understanding ہے۔ اب اردو زبان میں ''اہل فکر کے لئے یاددہانی'' کے عنوان سے شائع ہو رہی ہے۔ اور یہ کتاب بھی پہلی کتابوں کی طرح اپنی افادیت اور جامعیت کے لحاظ سے منفرد ہے۔ اس کتاب کے کل اٹھارہ ابواب ہیں۔ اور ہر باب اپنے اندر ایک نئی فکر اور تازہ سوچ سموئے ہوئے ہے۔ یہ تمام ابواب ہماری معاشرت، معیشت اور ہماری عاقبت کے لئے بے حد ضروری اور اہم ہیں۔

امتیاز صاحب کی کتابوں کی مقبولیت اور پذیرائی کا راز یہ ہے کہ جہاں وہ اپنے خیالات کا اظہار اپنی سہل زبان میں کرتے ہیں۔ وہاں وہ ساتھ ساتھ قرآن حکیم کی آیات اور احادیث نبوی ﷺ سے اپنے بیان کو تقویت دیتے چلے جاتے ہیں۔

''اہل فکر کے لئے یاددہانی'' اس لحاظ سے بہت جامع اور نفع بخش ہے کہ اس میں انسانی زندگی کے اہم تقاضوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور ہمیں مقصد حیات اور حسن اخلاق سے آگاہ کیا گیا ہے۔ اور یہ دینی آگاہی ہمارے اندر عمل پیہم کا ایک نیا جذبہ اور اسلامی اصولوں پر کاربند ہونے کا ایک نیا ولولہ پیدا کرتی ہے۔

میں جناب امتیاز صاحب کو اس نہایت ہی مفید کتاب کی تصنیف پر ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ وہ اسی دینی جذبے اور اسلامی ولولے سے اشاعت دین کا کام جاری رکھیں اور اپنے لئے اور اپنے اہل وعیال کے لئے توشۂ آخرت جمع کرتے رہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین.

احقر العباد / ڈاکٹر اصغر علی شیخ
پروفیسر جامعہ ملک عبدالعزیز مدینہ منورہ

کتاب کا تعارف

غور وفکر کرنے والوں کے لئے یاددہانی کیوں ضروری ہے۔غور وفکر کرنے والوں کی کیا خصوصیات ہیں؟

ان سوالوں کا جواب قرآن کریم نے بہترین اور دوٹوک انداز میں دیا ہے۔سورۃ ص:29

(ترجمہ) یہ بابرکت کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف اس لئے نازل فرمایا ہے کہ لوگ اس کی آیتوں پر غور وفکر کریں اور عقلمند اس سے نصیحت حاصل کریں۔

کیا ایک عقلمند انسان بھی اہم باتوں کو بھول سکتا ہے؟ جی ہاں۔سورۃ الذاریات:55

(ترجمہ) اور نصیحت کرتے رہیں یقیناً یہ نصیحت ایمان والوں کو نفع دے گی۔

عقل رکھنے والوں کی کیا خصوصیات ہیں؟ سورۃ الزمر:18

(ترجمہ) جو بات کو کان لگا کر سنتے ہیں۔پھر جو بہترین بات ہو اس کی اتباع کرتے ہیں۔یہی ہیں جنہیں اللہ تعالٰی نے ہدایت کی ہے اور یہی عقلمند بھی ہیں۔

عقل رکھنے والوں کی مزید خصوصیات یہ ہیں۔سورۃ آل عمران:190-191

(ترجمہ) بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور شب و روز کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے میں یقیناً ایسے عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔جو اللہ کو کھڑے، بیٹھے اور اپنے پہلوؤں کے بل یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں غور وفکر کرتے ہیں۔(پھر بے اختیار بول اٹھتے ہیں) تو ہر نقص وعیب سے پاک ہے۔پس ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

اسی وجہ سے اس بات کو قرآن کریم میں بار بار بیان کیا گیا ہے۔کہ عقل وخرد والے ہی یاد رکھتے ہیں۔یعنی اللہ کی نشانیوں سے سبق اور عبرت لیتے ہیں۔جیسا کہ سورۃ الزمر:21 میں اللہ یاد دہانی کروا رہا ہے۔

(ترجمہ) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالٰی آسمان سے پانی اتارتا ہے اور اسے زمین کی سوتوں میں پہنچاتا ہے، پھر اسی کے ذریعہ سے مختلف قسم کی کھیتیاں اگاتا ہے پھر وہ خشک ہو جاتی ہیں اور آپ انہیں زرد رنگ دیکھتے ہیں پھر انہیں ریزہ ریزہ کر دیتا ہے، اس میں عقلمندوں کے لئے بہت زیادہ نصیحت ہے۔

کیا عقلمندوں کو پہچاننے کی کوئی کسوٹی ہے؟ جی ہاں اس کے لئے تو ضرور ایک پیمانہ ہونا

چاہئے۔ عقل والے تو وہی ہیں جو تمام چیزوں کو ربانی ہدایات کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رہنمائی ہی حقیقت میں صحیح اور غلط کی کسوٹی ہے۔

قرآن کریم جو مطلق طور پر صحیح اور غلط کے درمیان فرق کو ظاہر کرتا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو فرقان کے نام سے بیان فرمایا ہے۔ سورۃ البقرہ:185

(ترجمہ) ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن کریم اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق و باطل کے درمیان فرق کرنے کے دلائل ہیں۔

اسی طرح سورۃ الفرقان:1 کو دیکھئے

(ترجمہ) بہت بابرکت ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تا کہ وہ تمام لوگوں کے لئے آگاہ کرنے والا بن جائے۔

آپ یہاں اس بات پر غور کریں کہ لفظ فرقان کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس سورۃ کا نام فرقان رکھا گیا ہے۔

علاوہ ازیں وہ تمام ہدایتیں جو کسی بھی پیغمبر کو عطا کی گئیں فرقان کہلاتی ہیں۔ کیونکہ تمام آسمانی کتابوں کا نازل کرنے والا ایک ہی ہے اور اللہ کا پیغام چاہے وہ کسی رسول کے ذریعے ہو، وہ ایک ہی ہے۔ اور اس کی روح یکساں ہے۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو جو کچھ دیا گیا تھا اس کو بھی فرقان کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ سورۃ الانبیاء: 49-48

(ترجمہ) یہ بالکل سچ ہے کہ ہم نے موسیٰ و ہارون کو فیصلے کرنے والی نورانی اور پرہیزگاروں کے لئے وعظ و نصیحت والی کتاب عطا فرمائی ہے۔ وہ لوگ جو اپنے رب سے بن دیکھے خوف کھاتے ہیں اور قیامت (کے تصور) سے کانپتے رہتے ہیں۔

مجھے کس چیز نے اس کتاب کے لکھنے پر مجبور کیا؟ اس کے جواب میں میں یہ کہوں گا کہ میری پہلی کتاب Speeches for an Inquiring Mind اللہ کے فضل سے دنیا کے کئی ممالک میں پہنچ چکی ہے۔ بہت سے ممالک مثلاً نائیجیریا، برطانیہ اور امریکہ وغیرہ میں بلکہ ہر اس ملک میں جہاں انگلش بولی جاتی ہے اس کتاب کو سراہا گیا ہے۔ درحقیقت آسان انگلش زبان میں عوام کے لئے بہت ہی کم اسلامی لٹریچر دستیاب ہے۔ اس کے برعکس عیسائی لوگ اپنی دلکش کتابیں بنا کر گھر گھر فری تقسیم کرتے ہیں۔

میری پہلی کتاب کی مقبولیت نے میری بہت حوصلہ افزائی کی۔ اس کا اردو ترجمہ شاید کہ ترے

دل میں اتر جائے میری بات' کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے۔

سعودی ہسپتالوں میں کام کرنے والی نرسوں اور ڈاکٹروں نے میری پہلی کتاب سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ اس کتاب نے نہ صرف مسلم ڈاکٹروں اور نرسوں کی اسلامی سوچ کو تقویت دی بلکہ غیر مسلموں کو بھی اسلام سے متعارف کروایا ہے۔ اللہ کے فضل وکرم سے بہت ساری نرسوں نے اسلام قبول کرلیا ہے اور کئی نرسیں اسلام قبول کرنے کے متعلق سوچ رہی ہیں۔ جیسا کہ مدینہ منورہ میں ملک فہد ہسپتال میں ایڈنا (Edna) نامی ایک نرس نے غیر مسلم ہوتے ہوئے بھی اس کتاب کے تقریباً ایک ہزار نسخے محض اس لئے تقسیم کئے کیونکہ اس نے خود اس کتاب کو بہت مفید پایا۔ آپ کو پڑھ کر خوشی ہوگی کہ 2000ء کے رمضان کے بعد ایڈنا نے مجھے فون پر بتایا کہ اس نے اور اسکی کئی سہلیوں نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا بہت شکرادا کیا۔

مدینہ منورہ کے مقامی ڈاکٹروں اور نرسوں کی طرف سے مجھ پر بہت دباؤ تھا کہ میں آسان انگلش میں مزید ایک کتاب تیار کروں۔ جو پہلی کتاب کی طرح ہو۔ میں اس سلسلے میں بہت متفکر تھا کیونکہ جو شخص بھی دعوت پیش کرتا ہے اسے اس پر خود بھی عمل پیرا ہونا چاہئے۔ ورنہ یہ دائی کے حق میں مضر ثابت ہوگا۔

درحقیقت اللہ تعالیٰ سب سے پہلے ان ہی لوگوں کو جہنم میں ڈالے گا جو اپنی نصیحت پر خود عمل پیرا نہیں۔ بہت زیادہ غور وفکر کے بعد میں نے اس کتاب کو تصنیف کیا۔ کیونکہ یہ کتاب سب سے پہلے خود میرے ہی لئے یاد دہانی ہے۔ اللہ سے پوری امید ہے کہ وہ میری اس کاوش کو قبول کریں گے۔ اور مجھے اس کے مطابق چلنے کی توفیق دیں گے۔ اور مجھے اور تمام قارئین کرام کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں داخل فرمادیں گے۔ سورۃ الحدید: 9

(ترجمہ) وہ (اللہ) ہی ہے جو اپنے بندے پر واضح آیتیں اتارتا ہے تا کہ وہ تمہیں اندھیروں سے نور کی طرف لے جائے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نرمی کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

علاوہ ازیں میری یہ خواہش بھی تھی کہ اسلامی معاشرے کو سنوارنے کے لئے اخلاق کے بارے میں کچھ لکھوں۔ اس کتاب کے کئی مضامین نے بھی میری اس خواہش کو بھی پورا کردیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور قارئین کرام کو حسن اخلاق عطا فرمادے۔ آمین

امتیاز احمد

مدینہ منورہ، اپریل 2004ء

ہماری آنکھیں اور کان

اللہ کی بہت ساری نشانیوں کی طرح ہم اپنی آنکھوں اور کانوں کے عطیہ پر بھی بہت کم غور وفکر اور شکر کرتے ہیں۔سورۃ الملک:23

(ترجمہ) کہہ دیجئے کہ وہی (اللہ) جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے کان آنکھیں اور دل بنائے تم بہت ہی کم شکر گذاری کرتے ہو۔

ہماری یہ بنیادی قوتیں اللہ نے پیدا کی ہیں۔کیا کبھی ہم نے سوچا ہے کہ اگر یہ صلاحیتیں خدانخواستہ ہم سے چھن جائیں تو کیا ہوگا؟ کیا ہم اپنی آنکھوں اور کانوں کا صحیح استعمال کرتے ہیں؟ کیا ان کے صحیح اور غلط استعمال کی کوئی جواب دہی ہوگی؟ اس طرح کے انتہائی سادہ مگر بہت اہم سوالات ذہن میں پیدا ہوتے ہیں؟

سب سے پہلے تو ہمیں یہ جان لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو سات مرحلوں میں پیدا کیا ہے۔جیسا کہ قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے۔سورۃ المؤمنون:14-12

(ترجمہ) یقیناً ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا۔پھر اسے نطفہ بنا کر محفوظ جگہ میں قرار دے دیا۔پھر نطفہ کو ہم نے جما ہوا خون بنا دیا، پھر اس خون کے لوتھڑے کو گوشت کا ٹکڑا کر دیا۔پھر گوشت کے ٹکڑے کو ہڈیاں بنا دیں، پھر ہڈیوں کو ہم نے گوشت پہنا دیا، پھر دوسری بناوٹ میں اس کو پیدا کر دیا۔برکتوں والا ہے وہ اللہ جو سب سے بہترین پیدا کرنے والا ہے۔

حال ہی میں سائنسدانوں نے جب ان سات مرحلوں کا مشاہدہ کیا جن کو خالق مطلق نے صدیوں پہلے بیان کر دیا تھا تو ان سائنسدانوں کی عقل دنگ رہ گئی اور کانفرنسوں میں کئی مقالے پڑھے۔مثلاً بچے کی ہڈیاں پہلے بنتی ہیں۔پھر ان پر گوشت پہنا دیا جاتا ہے۔لیکن ان مشاہدوں کے باوجود ان میں سے اکثر ہدایت سے بے بہرہ رہے۔

ماں کی بچہ دانی میں انسانی نطفہ کس طرح پروان چڑھتا ہے۔یہ نطفہ تین اندھیروں سے ڈھکا ہوتا ہے۔سورۃ الزمر:6

(ترجمہ) اس نے تم سب کو ایک ہی جان سے پیدا کیا ہے، پھر اسی سے اس کا جوڑ پیدا کیا اور تمہارے لئے چوپایوں میں سے (آٹھ نر و مادہ) اتارے وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں ایک بناوٹ کے بعد دوسری بناوٹ پر بناتا ہے تین تین اندھیروں میں، یہی اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے اسی

کے لئے بادشاہت ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر تم کہاں بھٹک رہے ہو۔

ان تین اندھیروں سے مراد 1-ماں کا پیٹ، 2-بچہ دانی 3-بچہ پر لپٹی ہوئی جھلیاں ہیں۔

وہ کون ہے جو نطفہ کے کسی باریک خلیہ کو چن کر کان بناتا ہے؟ اور اسکو نشو نما دیتا ہے۔ وہ کونسے خلیات ہیں جن کے ذریعے آنکھ بنتی ہے؟ یہ سب کون کرتا ہے؟ یہ خلیات کیسے جیتی جاگتی آنکھ یا کان بن جاتے ہیں؟ یہ آنکھ اور کان کیسے اپنے خالق کے پابند ہوتے ہیں؟ اسی بات کو ہم بالفاظ دیگر یہ کہہ سکتے ہیں کہ آنکھ کبھی بھی سننے کے لئے استعمال نہیں کی جاسکتی۔ اور کان کو دیکھنے کے لئے استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ آنکھ اور کان اپنے خالق کے اطاعت گذار ہیں۔ کیا ہم کو بھی مکمل طور پر اپنے خالق کا پابند اور اطاعت گذار نہیں ہونا چاہیے؟ جس نے ہمیں تمام قسم کی صلاحیتیں دے رکھی ہیں۔ بلکہ ہمیں ان کے استعمال کی آزادی بھی دی اور ان کو استعمال کرنے کی ہدایات بھی دیں۔ سورۃ الانسان:3-2

(ترجمہ) بے شک ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے امتحان کے لئے پیدا کیا اور اس کو سنتا دیکھتا بنایا۔ ہم نے اسے راہ دکھائی اب خواہ وہ شکر گذار بنے خواہ ناشکرا۔

وہ لوگ جو ان آیتوں کو واقعی توجہ سے سنیں گے وہ دل کی آواز سے پکار اٹھیں گے۔ سورۃ آل عمران:193-194

(ترجمہ) اے ہمارے رب! ہم نے سنا کہ منادی کرنے والا باآواز بلند ایمان کی طرف بلا رہا ہے کہ لوگو! اپنے رب پر ایمان لاؤ، پس ہم ایمان لائے۔ یا الٰہی! اب تو ہمارے گناہ معاف فرما اور ہماری برائیاں ہم سے دور کردے اور ہماری موت نیکوں کے ساتھ کر۔ اے ہمارے پالنے والے معبود! ہمیں وہ دے جس کا وعدہ تو نے ہم سے اپنے رسولوں کی زبانی کیا ہے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر، یقیناً تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

بہت سارے اہل ایمان اللہ کی ہدایات سننے سے غافل ہیں ان کو اللہ کی ان ہداتیوں سے کچھ فیض نہیں ملتا۔ سورۃ الانفال:20-21

اے ایمان والو! اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا مانو اور اس (کا کہنا ماننے) سے روگردانی مت کرو سنتے جانتے ہوئے۔ اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہونا جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم نے سن لیا حالانکہ وہ سنتے (سناتے کچھ) نہیں۔

درحقیقت سننے اور دیکھنے کے چار مراحل ہیں۔ ایک ایسے کلاس روم کا تصور کیجئے جو طلبہ سے بھرا

ہوا ہو۔ ایک طالبعلم جو ٹیچر کی بات سن رہا ہو اور لکھی ہوئی ہدایات بھی دیکھ رہا ہو اور اپنی آنکھیں مکمل طور پر کھلی بھی رکھتا ہو۔ مگر اس کا دماغ ادھر ادھر کی باتوں میں لگا ہوا ہو۔ دوسرا طالبعلم جو سن بھی رہا ہو۔ دیکھ بھی رہا ہو۔ مگر ٹیچر کی ہدایات پر غور وفکر نہ کر رہا ہو۔ تیسرا طالبعلم جو سن بھی رہا ہو۔ دیکھ بھی رہا ہو اور ٹیچر کی ہدایات پر غور وفکر بھی کر رہا ہو۔ مگر ان ہدایات کے مطابق عمل نہ کر رہا ہو۔ اور چوتھا طالبعلم جو سن بھی رہا ہو دیکھ بھی رہا ہو اور ٹیچر کی ہدایات پر غور وفکر بھی کر رہا ہو اور ٹیچر کی ہدایات پر عمل بھی کر رہا ہو کیا یہ چاروں قسم کے طالبعلم برابر ہو سکتے ہیں۔ ہر گز نہیں۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ تم ایسا نہ کہو کہ ہم نے سن لیا۔ حالانکہ انہوں نے سنا نہیں۔ اس لئے اللہ کی ہدایات سے فائدہ اٹھانے کے لئے ہمیں اللہ کی ہدایات کو انتہائی غور سے سننا ہوگا۔ اُن پر غور وخوض کر کے ان کو دلنشین کرنا ہوگا اور پھر ان پر عمل کرنا ہوگا۔ سورۃ ق: 37

(ترجمہ) اس میں ہر صاحب دل کے لئے عبرت ہے اور اس کے لئے جو دل سے متوجہ ہو کر کان لگائے اور وہ حاضر ہو۔

اللہ کی ہدایات دیکھنے اور سننے سے اپنی آنکھوں اور کانوں کو بند کر لینا اور ان سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کرنا، یہ ہمارے لئے بہت ہی افسوس ناک ہوگا۔ سورۃ البقرہ: 171

(ترجمہ) کفار کی مثال ان جانوروں کی طرح ہے جو اپنے چرواہے کی صرف پکار اور آواز ہی کو سنتے ہیں (سمجھتے نہیں) وہ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں، انہیں عقل نہیں۔

سورۃ الاعراف: 179

(ترجمہ) اور ہم نے ایسے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لئے پیدا کئے ہیں، جن کے دل ایسے ہیں جن سے نہیں سمجھتے اور جن کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے نہیں دیکھتے اور جن کے کان ایسے ہیں جن سے نہیں سنتے۔ یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ یہ ان سے بھی زیادہ برے اور بھٹکے ہوئے ہیں کیونکہ یہ غفلت کرنے والے لوگ ہیں۔

سورۃ الاعراف: 182

(ترجمہ) اور جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں ہم ان کو بتدریج (گرفت میں) لئے جا رہے ہیں اس طور پر کہ ان کو خبر بھی نہیں۔

ایک آدمی سیدھے راستے سے اسی وقت بھٹکتا ہے جو اس کی فضول تمنائیں اس پر غالب آ جاتی

ہیں۔ سورۃ الجاثیہ:23

(ترجمہ) کیا آپ نے اسے بھی دیکھا؟ جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور باوجود سمجھ بوجھ کے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے، اب ایسے شخص کو اللہ کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے۔ تم نصیحت کیوں حاصل نہیں کرتے۔

ایک مؤمن کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی آنکھ اور کان کا صحیح استعمال کرے۔ اگر ان دونوں کا استعمال اللہ کی ہدایات سے ہٹ کر کیا جائے گا تو اللہ اس پر ضرور گرفت کرے گا۔ اور سزا دے گا۔ سورۃ الاسراء:36

(ترجمہ) ایسی بات کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو۔ بے شک کان، آنکھ اور مرکز حواس یعنی دل ودماغ ان سب کے بارے میں تم سے باز پرس ہوگی۔

حقیقت میں آنکھ اور کان اور دیگر اعضاء اللہ کی طرف سے ہم پر نگہبان یا سیکورٹی گارڈ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور قیامت کے دن ہمارے خلاف گواہی کی حیثیت سے کھڑے ہو جائیں گے۔ سورۃ فصلت:23-20

(ترجمہ) یہاں تک کہ جب بالکل جہنم کے پاس آ جائیں گے ان پر ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کے لئے اعمال کی گواہی دیں گی۔ یہ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف شہادت کیوں دی، وہ جواب دیں گی کہ ہمیں اس اللہ نے قوت گویائی عطا فرمائی جس نے ہر چیز کو بولنے کی طاقت بخشی ہے، اس نے تمہیں اول مرتبہ پیدا کیا اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے۔ اور تم (اپنی بداعمالیاں) اس وجہ سے پوشیدہ رکھتے ہی نہ تھے محض اس اندیشہ سے کہ (کہیں نہ) تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں تمہارے خلاف گواہی دیں بلکہ تم یہ سمجھتے رہے کہ تم جو کچھ بھی کر رہے ہو اس میں سے بہت سے اعمال سے اللہ بے خبر ہے۔ تمہاری اس بد گمانی نے جو تم نے اپنے رب سے کر رکھی تھی تمہیں ہلاک کر دیا اور بالآخر تم زیاں کاروں میں ہو گئے۔

اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی آنکھوں اور کانوں کو صرف اور صرف اچھے کاموں کے لئے استعمال کریں اور ہم ان خداداد نعمتوں کے ذریعے اپنے خالق کی شکر گذاری کریں اور اس کو مزید جاننے اور پہچاننے کی کوشش کریں۔ جس نے ہمیں ایسی اعلیٰ نعمتیں عطا فرمائیں۔

شاندار تخلیق

ایک روز میں سورۃ المؤمن کی درج ذیل آیت پڑھ رہا تھا۔ سورۃ المؤمن: 57

(ترجمہ) آسمان وزمین کی پیدائش یقیناً انسان کی پیدائش سے بہت بڑا کام ہے، لیکن (یہ اور بات ہے کہ) اکثر لوگ بے علم ہیں۔

میں یہ جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک بہترین ساخت میں پیدا کیا ہے۔ انسانی جسم میں بہت سارے نظام ہیں جو ایک دوسرے سے مل جل کر چلتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ انسانی جسم ایک چھوٹی سی کائنات ہے۔ جس کا مکمل احاطہ ہماری پہنچ سے باہر ہے۔

درج بالا آیت کے ذریعے مجھ پر یہ بات بھی آشکارا ہوئی کہ زمین وآسمان کی پیدائش انسان کی پیدائش سے بھی زیادہ عظیم ہے۔ اس کائنات کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ نے بے شمار نشانیاں رکھی ہیں اور روز مرہ کی زندگی میں ہم سب ان نشانیوں سے گذرتے رہتے ہیں۔ لیکن ان نشانیوں پر توجہ نہیں دیتے۔ گو ان میں ہمارے لئے رہنمائی اور ہدایت ہوتی ہے۔ سورۃ ق: 11-6

(ترجمہ) کیا انہوں نے آسمان کو اپنے اوپر نہیں دیکھا؟ کہ ہم نے اسے کس طرح بنایا ہے اور زینت دی ہے اس میں کوئی شگاف نہیں۔ اور زمین کو ہم نے بچھا دیا ہے اور اس میں ہم نے پہاڑ ڈال دیے ہیں اور اس میں ہم نے قسم قسم کی خوشنما چیزیں اگا دی ہیں۔ تاکہ ہر رجوع کرنے والے بندے کے لئے بینائی اور دانائی کا ذریعہ ہو۔ اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی برسایا اور اس سے باغات اور کٹنے والے کھیت کے غلے پیدا کئے۔ اور کھجوروں کے بلند وبالا درخت جن کے خوشے تہ بہ تہ ہیں۔ یہ انتظام ہے بندوں کی روزی کے لئے۔ اور ہم اس پانی کے ذریعے مردہ زمین کو زندگی عطا کرتے ہیں۔ اسی طرح (مرے ہوئے انسانوں کا زمین سے) نکلنا ہوگا۔

اسی طرح سورۃ یاسین: 40-33 میں اللہ تعالیٰ کی واضح نشانیاں بیان کی گئی ہیں۔

(ترجمہ) اوران کے لئے ایک نشانی (خشک) زمین ہے جس کو ہم نے زندہ کردیا اور اس سے غلہ نکالا جس میں سے وہ کھاتے ہیں۔ اور ہم نے اس میں کھجوروں کے اور انگور کے باغات پیدا کر دیے اور جن میں ہم نے چشمے بھی جاری کر دیے ہیں۔ تاکہ (لوگ) اس کے پھل کھائیں، اور اس کو ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا۔ پھر کیوں شکر گذاری نہیں کرتے۔ وہ پاک ذات ہے جس نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کئے خواہ وہ زمین کی اگائی ہوئی چیزیں ہوں، خواہ خود ان کے نفوس ہوں خواہ وہ

(چیزیں) ہوں جنہیں یہ جانتے بھی نہیں۔ اور ان کے لئے ایک نشانی رات ہے جس سے ہم دن کو کھینچ دیتے ہیں تو وہ یکایک اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔ اور سورج کی لئے جو مقررہ راہ ہے وہ اسی پر چلتا رہتا ہے۔ یہ نظام ایک زبردست اور علیم ہستی کا بنایا ہوا ہے۔ اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر رکھی ہیں، یہاں تک کہ وہ لوٹ کر پرانی ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے۔ نہ آفتاب کی یہ مجال ہے کہ چاند کو پکڑے اور نہ رات دن پر آگے بڑھ جانے والی ہے، اور سب کے سب آسمان میں تیرتے پھرتے ہیں۔

اسی طرح سورۃ البقرہ: 164

(ترجمہ) آسمان اور زمین کی پیدائش، رات دن کا ہیر پھیر، کشتیوں کا لوگوں کو نفع دینے والی چیزوں کو لئے ہوئے سمندروں میں چلنا، آسمان سے پانی اتار کر، مردہ زمین کو زندہ کر دینا، اس میں ہر قسم کے جانوروں کو پھیلا دینا، ہواؤں کے رخ بدلنا، اور بادل، جو آسمان اور زمین کے درمیان مسخر ہیں، ان میں عقلمندوں کے لئے قدرت الٰہی کی نشانیاں ہیں۔

کون ہے جو اللہ کے بنائے ہوئے نظام کی طرح کوئی دوسرا نظام پیدا کر سکتا ہے۔ دیکھئے سورۃ لقمان: 10-11

(ترجمہ) اسی نے آسمان کو بغیر ستون کے پیدا کیا تم انہیں دیکھ رہے ہو اور اس نے زمین میں پہاڑوں کو ڈال دیا تا کہ وہ تمہیں جنبش نہ دے سکے اور ہر طرح کے جاندار زمین میں پھیلا دئے۔ اور ہم نے آسمان سے پانی برسا کر زمین میں ہر قسم کے نفیس جوڑے اگا دیئے۔ یہ ہے اللہ کی تخلیق۔ اب تم مجھے اس کے سوا دوسرے کسی کی کوئی تخلیق تو دکھاؤ (کچھ نہیں)، بلکہ یہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں۔

اللہ کی تخلیق ہر قسم کے عیب سے پاک ہے۔ سورۃ الملک: 3-4

(ترجمہ) جس نے سات آسمان اوپر تلے بنائے۔ (تو اے دیکھنے والے) اللہ رحمٰن کی پیدائش میں کوئی خلل نہ دیکھے گا، دوبارہ (نظریں ڈال کر) دیکھ لے کیا کوئی شگاف بھی نظر آ رہا ہے۔ پھر دوڑاؤ نظر بار بار تیری نگاہ تیری طرف ذلیل (وعاجز) ہو کر تھکی ہوئی لوٹ آئے گی۔

اسی طرح دن اور رات کی پیدائش اور انکا الٹ پھیر ہر انسان دیکھتا رہتا ہے۔ مگر اس کو انسان روزمرہ کی چیز سمجھ کر نظر انداز کر دیتا ہے۔ سورۃ القصص: 71-73

(ترجمہ) کہہ دیجئے! کہ دیکھو تو سہی اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ رات کو رہنے دے قیامت تک کے لئے۔ تو سوائے اللہ کے کون معبود ہے جو تمہارے پاس دن کی روشنی لائے؟ کیا تم سنتے نہیں ہو؟ یہ بھی

بتا دو کہ اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ قیامت تک کے لئے دن ہی دن رکھے تو بھی سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی معبود ہے جو تمہارے پاس رات لے آئے؟ جس میں تم آرام حاصل کرو، کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو؟ اسی نے تو تمہارے لئے اپنے فضل وکرم سے دن رات مقرر کر دیئے ہیں کہ تم رات میں آرام کرو اور دن میں اس کی بھیجی ہوئی روزی تلاش کرو، یہ اس لئے کہ تم شکر گذار ہو۔

اسی بات کو مزید سورۃ الانعام:97-96 میں بیان کیا ہے۔

(ترجمہ) وہ صبح کا نکالنے والا ہے اور اس نے رات کو راحت کی چیز بنایا ہے اور سورج اور چاند کو حساب سے رکھا ہے۔ یہ ٹھرائی بات ہے ایسی ذات کی جو کہ قادر ہے بڑے علم والا ہے۔ اور وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے ستاروں کو پیدا کیا، تا کہ تم ان کے ذریعہ سے اندھیروں میں، خشکی میں اور دریا میں بھی راستہ معلوم کر سکو۔ بے شک ہم نے دلائل خوب کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں ان لوگوں کے لئے جو خبر رکھتے ہیں۔

پھر اللہ نے بتایا کہ سبزیاں اور پھل کیسے پیدا ہوئے ہیں۔ سورۃ الانعام:95

(ترجمہ) بے شک اللہ تعالیٰ دانہ کو اور گٹھلیوں کو پھاڑنے والا ہے، وہ جاندار کو بے جان سے نکال لاتا ہے اور وہ بے جان کو جاندار سے نکالنے والا ہے یہ ہے تمہارا اللہ، سو تم کہاں الٹے چلے جا رہے ہو۔

اسی طرح دیکھئے سورۃ الانعام: 99

(ترجمہ) وہی اللہ ہے جس نے آسمان سے پانی نازل کیا۔ پھر اس کے ذریعے ہر قسم کے نباتات اگائے اور اس سے سبز کھیت نکالتے ہیں اور اس سے دانے تہ بہ تہ۔ اور کھجور کے درختوں میں سے اس کے خوشوں کے گچھے جو نیچے کو لٹکے جاتے ہیں اور انگوروں کے باغ اور زیتون اور انار کہ بعض ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور کچھ خصوصیات میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے نہیں ہوتے۔ ہر ایک کے پھل کو دیکھو جب وہ پھلتا ہے اور اس کے پکنے کی کیفیت کو دیکھو ان میں دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں۔

بلا شبہ زمین وآسمان کی تخلیق انسان کی تخلیق سے زیادہ عظیم ہے۔ زمین وآسمان کی عظیم تخلیق ہم کو اور زیادہ قائل کرتی ہیں۔ کہ جس ذات نے اس عظیم الشان کائنات کو پیدا کیا ہے۔ وہی ذات یقیناً بوسیدہ ہڈیوں اور کھائے ہوئے گوشت سے انسان کو نہایت آسانی سے دوبارہ پیدا کر سکتی ہے۔

سورۃ الاسراء:49-51

(ترجمہ) انہوں نے کہا کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور (مٹی ہوکر) ریزہ ریزہ ہوجائیں گے تو کیا ہم ازسرنو پیدا کرکے پھر دوبارہ اٹھا کر کھڑے کردیئے جائیں گے۔ جواب دیجئے کہ تم پتھر بن جاؤ یا لوہا۔ یا کوئی اور ایسی خلقت جو تمہارے دلوں میں بہت ہی سخت معلوم ہو، پھر وہ یہ پوچھیں کہ کون ہے جو دوبارہ ہماری زندگی لوٹائے؟ آپ جواب دے دیں کہ وہی جس نے پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے (وہی دوبارہ پیدا کرے گا) یہ سن کر وہ تمہیں سر ہلا کر مذاق اڑاتے ہوئے کہیں گے لیکن یہ کب ہوگا۔ اے نبی تم کہہ دو یہ بہت جلد ہوسکتا ہے۔

اسی بات کو سورۃ الاحقاف:33 میں زیادہ دوٹوک انداز میں کہا گیا ہے۔

(ترجمہ) کیا وہ نہیں دیکھتے کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے سے وہ نہ تھکا، وہ یقیناً مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے؟ کیوں نہ ہو؟ وہ یقیناً ہر چیز پر قادر ہے۔

پس زمین وآسمان کی تخلیق قابل صد ستائش ہے۔ اس تخلیق پر غور وخوض کرنے سے انسان کے مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کئے جانے پر یقین پختہ ہوجاتا ہے۔ اس مضمون کے خاتمے پر قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت کا ذکر کرنا بہت مناسب ہوگا۔ سورۃ الجاثیہ:36-37

(ترجمہ) سو تمام حمد وشکر اللہ ہی کے لئے ہے جو آسمانوں اور زمین اور تمام جہانوں کا پالنہار ہے۔ تمام (بزرگی اور) بڑائی آسمانوں اور زمین میں اسی کی ہے اور وہ ہے زبردست اور حکمت والا۔

ذکر اللہ

اسلام کی عمارت پانچ چیزوں پر اٹھائی گئی ہے۔(1) شہادت (2) صلوٰۃ (3) صوم (روزہ) (4) زکوٰۃ (5) حج

ان تمام عبادات کے لئے معینہ وقت، مقررہ قواعد وضوابط اور مخصوص شرائط ہیں۔ اللہ نے فرض عبادتوں کی حد متعین کر دی ہے۔ فرض روزہ صرف رمضان کے مہینہ میں ہوتا ہے۔ زکوٰۃ ہر سال ایک مرتبہ دی جاتی ہے۔ اگر انسان بدنی اور مالی استطاعت رکھتا ہو تو زندگی بھر میں ایک مرتبہ اس پر حج کرنا فرض ہے۔ قرآن نے کبھی ان عبادات کی کثرت سے ادائیگی پر زور نہیں دیا ہے۔ اس کے برعکس اللہ کی یاد یا اس کا ذکر کرنے کے لئے کسی خاص وقت کی قید نہیں ہے۔ کسی مخصوص جگہ جانا ضروری نہیں ہے۔ نہ ہی اس کے لئے کوئی بہت مشکل اصول وضوابط ہیں۔ اللہ کا ذکر اٹھتے بیٹھتے یا لیٹے ہوئے کر سکتے ہیں۔ اسکے لئے وضو کی بھی شرط نہیں ہے۔ گھر میں مقیم ہوں یا سفر میں ہوں اللہ کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔ صحت ہو یا مرض ہمیں ہر حالت میں اللہ کا ذکر کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ الاحزاب: 41 میں کہتا ہے۔

(ترجمہ) مسلمانو! اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو۔

پس ہر ایک ایمان والے کی یہ صفت ہونی چاہئے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اللہ کے ذکر میں مصروف ومشغول رہے۔ سورۃ الاحزاب: 35

(ترجمہ) بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں مومن مرد اور مومن عورتیں فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبردار عورتیں راست باز مرد اور راست باز عورتیں صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں، خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں، روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والیاں بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے اور ذکر کرنے والیاں ان تمام کے لئے اللہ نے مغفرت کا وعدہ کیا ہے اور ان کو بہت بڑا اجر دے گا۔

اللہ تعالیٰ یہاں تک کہتا ہے کہ اگر تم جنگ کر رہے ہو تو دشمنوں سے مڈبھیڑ کے دوران بھی اللہ کا ذکر نہ بھولو۔ بلکہ بکثرت اللہ کو یاد کرتے رہو۔ اسی میں تمہاری کامیابی ہے۔ سورۃ الانفال: 45

(ترجمہ) اے ایمان والو! جب تم کسی مخالف فوج سے بھڑ جاؤ تو ثابت قدم رہو اور بکثرت اللہ کو یاد کرو تا کہ تمہیں کامیابی حاصل ہو۔

اللہ کے رسول ﷺ سے ایک مرتبہ ایک دیہاتی نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ اسلام میں بہت سارے فرائض اور واجبات ہیں۔ براہ کرم مجھے کوئی ایسی آسان اور سادہ چیز بتادیں جسے میں زیادہ سے زیادہ کرسکوں بلکہ اسکو لازم پکڑلوں۔ جواباً آپ ﷺ نے کہا" تم اپنی زبان کو اللہ کے ذکر سے تر رکھو(یعنی ہمیشہ اللہ کا ذکر کرتے رہا کرو)" (مسند احمد)

حضرت ابوسعیدؓ روایت کرتے ہیں کہ محمد ﷺ نے کہا کہ تم اپنے آپ کو ہمیشہ اللہ کی یاد میں مصروف رکھو۔ ایسا ظاہر ہو کہ تم اللہ کے ذکر کے لئے انتہائی حریص ہو۔ اور ذکر کرنے کا گویا تم کو جنون ہے۔

قرآن کی تلاوت اللہ کے ذکر کی سب سے اونچی اور بہترین شکل ہے۔ سورۃ الزمر:23

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ آپس میں ملتی جلتی اور بار بار دہرائی ہوئی آیتوں کی ہے، جس سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں جو اپنے رب کا خوف رکھتے ہیں، آخر میں ان کے جسم اور دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف نرم ہوجاتے ہیں، یہ ہے اللہ تعالیٰ کی ہدایت جس کے ذریعہ جسے چاہے راہ راست پر لگا دیتا ہے۔ اور جسے اللہ تعالیٰ ہی راہ بھلا دے اس کا ہادی کوئی نہیں۔

وہ لوگ جو اللہ کے ذکر سے غافل ہیں وہ اپنا بہت بڑا نقصان کررہے ہیں۔ سورۃ الزخرف:38-36

(ترجمہ) اور جو شخص رحمٰن کی یاد سے غفلت کرے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کردیتے ہیں وہی اس کا ساتھی رہتا ہے۔ اور وہ انہیں راہ سے روکتے ہیں اور یہ اسی خیال میں رہتے ہیں کہ یہ ہدایت یافتہ ہیں۔ یہاں تک کہ وہ جب ہمارے پاس آئے گا کہے گا کاش! میرے اور تیرے درمیان مشرق اور مغرب کی دوری ہوتی (تو) بڑا برا ساتھی ہے۔

اسی طرح سورۃ المائدہ:91 میں کہا گیا ہے۔

(ترجمہ) شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کرادے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے سو اب بھی باز آجاؤ۔

سورۃ المنافقون:9 میں اللہ تعالیٰ تنبیہ فرماتے ہیں۔

(ترجمہ) اے مسلمانو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کردیں۔ اور جو ایسا کریں وہ بڑے ہی زیاں کار لوگ ہیں۔

درحقیقت سچے مومن وہ ہیں جن کو دنیا کی کوئی رنگینی اللہ کے ذکر سے روک نہیں سکتی۔ سورۃ النور:37

(ترجمہ) ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے اور نماز کے قائم کرنے

اور زکوۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی۔

حضرت ابو درداءؓ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے صحابہ کرامؓ کو مخاطب فرما کر کہا۔ ''کیا میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں جو تمام اعمال سے بڑھ کر ہے۔ جو اللہ کے یہاں قابل قبول ہے اور تمہارے درجات کو بڑھاتی ہے۔ اگر تم اپنے پاس موجود تمام سونا اور چاندی بھی خرچ کر دو تو اس کا اجر اسکے برابر نہیں ہو سکتا۔ اور اس عمل کا اجر دشمنوں سے لڑنے سے بھی زیادہ ہے۔ جبکہ لڑنے میں وہ تم کو مارنا چاہتے ہیں اور تم ان کو مارنا چاہتے ہو۔ یہ سن کر صحابہؓ نے عرض کیا اللہ کے رسول ﷺ فرمایئے وہ کونسا کام ہے۔ آپ ﷺ نے کہا ''اللہ کا ذکر۔'' یاد رکھئے اس حدیث میں دشمن سے جہاد و قتال کرنے سے گریز کرنے کی تلقین نہیں ہے بلکہ جیسا کہ اوپر سورۃ الانفال آیت نمبر 45 میں آچکا ہے کہ قتال کے دوران ذکر کو نہ چھوڑ و اس کا دوگنا ثواب ہے۔

ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو کوئی مجھے اپنے دل میں یاد کرے گا میں اس کو اپنے دل میں یاد کروں گا۔ جو مجھے کسی مجلس میں یاد کرے گا میں اسے ایسی مجلس میں یاد کروں گا (یعنی فرشتوں کی مجلس میں اسکا ذکر کروں گا) جو اسکی مجلس سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔

اگر ہم مستقل طور پر زیادہ سے زیادہ اللہ کے ذکر میں مصروف رہیں گے تو اسکے بہترین اثرات نمودار ہوں گے۔ جیسا کہ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آپ کی اہلیہ حضرت فاطمہؓ کے ہاتھوں پر چکی چلاتے چلاتے گٹے پڑ گئے تھے۔ اسی وقت اللہ کے رسول ﷺ کے پاس کچھ قیدی لائے گئے۔ یہ سن کر حضرت فاطمہؓ آپ ﷺ کے پاس گئیں تا کہ ان کو غلام کے طور پر ایک قیدی کے لئے عرض کریں۔ لیکن آپ ﷺ گھر پر موجود نہ تھے۔ حضرت فاطمہؓ نے حضرت عائشہؓ سے اپنے آنے کی غرض بتادی۔ حضرت عائشہؓ نے یہ بات آپ ﷺ تک منتقل کر دی کہ حضرت فاطمہؓ غلام مانگ رہی ہیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ حضرت فاطمہؓ کے گھر آئے۔ حضرت فاطمہؓ فرماتی ہیں ہم دونوں (یعنی حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ) لیٹے ہوئے تھے۔ ہم جلدی سے اٹھنے لگے۔ آپ ﷺ نے کہا جس حالت میں ہیں ویسے ہی رہو پھر آپ ﷺ ہم دونوں کے درمیان بیٹھ گئے۔ میں ان کے پیروں کی ٹھنڈک محسوس کر رہی تھی۔ آپ ﷺ نے کہا۔ ''میں تم کو ایسی چیز بتاتا ہوں جو ایک غلام سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ جب تم بستر پر لیٹو تو سبحان اللہ 33 مرتبہ پڑھو، الحمد للہ 33 پڑھو اور اللہ اکبر 34 مرتبہ پڑھو۔ یہ تمہارے

لئے غلام سے زیادہ بہتر ہے۔" (بخاری)

امام تیمیہ کہتے ہیں۔ جو کوئی سوتے وقت ان کلمات کو پڑھے وہ کبھی بھی تھکان یا سستی محسوس نہ کرے گا۔

مندرجہ بالا حدیث سے ہم کو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مشکلات اور پریشانیوں میں صبر کرنا چاہئے اور اللہ کا ذکر کرنا چاہئے۔ جیسا کہ محمد ﷺ نے اپنی بیٹی کو نصیحت کی تھی۔

اسی طرح کی ایک حدیث ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک مفلس مسلمان آپ ﷺ کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ ہم عبادت کرتے ہیں اور بالکل اسی طرح امیر لوگ بھی عبادت کرتے ہیں۔ ہم روزہ رکھتے ہیں اور بالکل اسی طرح امیر لوگ بھی روزہ رکھتے ہیں۔ وہ امیر ہونے کی وجہ سے حج وعمرہ کرتے ہیں ہم نہیں کر سکتے۔ وہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہیں ہم غریب لوگ نہیں کر پاتے۔ اس طرح وہ بھلائی اور نیکی میں ہمیشہ ہم سے آگے نکل جاتے ہیں۔ یہ غرباء کے لئے پریشان کن ہے کہ وہ اجر وثواب میں امیروں سے آگے نہیں نکل سکتے۔ ان کو محمد ﷺ نے کہا کیا تم کو ایک ایسا عمل بتاؤں جس سے تم اجر وثواب کے لئے اپنے امیر بھائیوں کے برابر ہو جاؤ بلکہ ان سے سبقت لے جاؤ گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس مقصد کے لئے تم کو ہر نماز کے بعد سبحان اللہ 33 مرتبہ الحمدللہ 33 مرتبہ اور اللہ اکبر 34 مرتبہ پڑھنا ہوگا۔ (بخاری)

اللہ کا ذکر ہی دلوں کو جلاء اور سکون بخشتا ہے۔ سورۃ الرعد: 28

(ترجمہ) جو لوگ ایمان لائے ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ یاد رکھو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو تسلی حاصل ہوتی ہے۔

آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل سے فرمایا کہ ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کریں۔

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ

اے اللہ تو مجھے اس کام میں میری مدد کر کہ میں تیرا ذکر کروں تیرا شکر ادا کروں اور ہر ممکن طریقہ پر تیری بہتر سے بہتر عبادت کر سکوں۔

اللہ کے ذکر کا سب سی بہترین طریقہ کیا ہے؟ اس کا جواب اللہ نے خود قرآن میں دیا ہے۔ سورۃ الاعراف: 205

(ترجمہ) اور اے شخص! اپنے رب کی یاد کیا کر اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ اور زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ صبح اور شام اور اہل غفلت میں سے مت ہونا۔

میں دعا گو ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم کو کثرت سے اسکا ذکر کرنے کی توفیق عطا فرماویں۔ آمین

قرآن کریم کی ابتداء اور اختتام

قرآن کریم کی پہلی سورۃ میں ہم اللہ کی تعریف سے شروع کرتے ہیں اور حقیقت یہی ہے کہ ہر کام اللہ کی تعریف سے ہی شروع ہونا چاہیے۔اس سورۃ میں ہم اللہ سے دو چیزیں مانگتے ہیں۔(۱) ہر کام میں اللہ کی مدد (۲) سیدھے راستے پر چلنے کی ہدایت اور توفیق۔ یہ دونوں چیزیں دنیا اور آخرت دونوں جگہ پر کامیابی کے لئے بہت ضروری ہیں۔ان دونوں چیزوں کو پانے کی جب بندہ کوشش کرتا ہے تو شیطان اسے روکنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔شیطان اس کے لئے دو طریقے اپناتا ہے۔(۱) نیک بندوں کے خلاف منصوبہ بندی کرتا ہے اور چالیں چلتا ہے۔(۲) دلوں میں برائی کے وسوسے ڈالتا ہے۔سورۃ یوسف:5

(ترجمہ) یقیناً شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے۔

شیطان کی منصوبہ بندی کی مزید تفصیل یہ ہے۔سورۃ ص:83-82

(ترجمہ) اس (شیطان) نے کہا سو تیری عزت کی قسم ہے میں ان سب کو بہکا کر رہوں گا سوائے تیرے ان بندوں کے جنہیں تو نے (اپنے لئے) خاص کر لیا ہے۔

اللہ نے ہمیں شیطان سے لڑنے کے لئے بہت ہی طاقتور چیزیں دی ہیں۔ بلکہ یہ بھی بتایا کہ اسکے چیلوں سے ہم کیسے مقابلہ کریں۔یہ ہمیں قرآن کی دو آخری سورتوں میں ملے گا۔

حافظ ابن قیم فرماتے ہیں کہ ان دو سورتوں میں لوگوں کے لئے بہت فائدے ہیں۔ یہ دونوں سورتیں جادو کا اثر زائل کرتی ہیں اور بہت ساری بدنی اور روحانی بیماریوں کو ٹھیک کرتی ہیں۔ جادو ایسی تکلیف اور مصیبت ہے کہ رسول اکرم ﷺ بھی اس سے متاثر ہو گئے تھے۔

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ ایک مشرک نے حضرت محمد ﷺ پر جادو کر دیا تھا۔ نتیجۃً آپ ﷺ بیمار ہو گئے۔اس بیماری کی کیفیت یہ تھی کہ آپ سوچتے کہ کوئی کام کر چکے ہیں حالانکہ نہ کر چکے ہوتے۔ یہاں تک کہ آپ کو بہت زیادہ بھولنے کی شکایت ہو گئی۔ایک روز حضرت محمد ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو کہا کہ اللہ نے مجھے بیماری کی کیفیت بتا دی ہے۔ایک دن میں خواب دیکھ رہا تھا آدمی کی شکل میں دو فرشتے میرے پاس آئے۔ایک میرے سر کے پاس بیٹھ گیا اور دوسرا میرے پاؤں کے پاس۔ سر کے قریب والے نے دوسرے سے پوچھا کہ حضرت محمد ﷺ کو کونسی بیماری ہے دوسرے نے کہا کہ آپ ﷺ پر جادو کا اثر ہے۔ پہلے نے پوچھا کس نے جادو کیا ہے؟ جواب ملا لبید ابن اعصم نے کیا ہے۔ جو مشرک تھا۔اور یہودیوں کا دوست تھا۔ پہلے نے پھر پوچھا کہ جادو اس نے کس طرح کیا

ہے۔ جواب ملا کنگھی اور کنگھی کے دندانوں کے ذریعے۔ پہلے نے پھر پوچھا کہ کنگھی کہاں ہے۔ جواب ملا کنگھی کسی چیز میں لپٹی ہوئی ہے اور ایک کنویں میں کسی پتھر کے نیچے دبی ہوئی ہے۔ اس کنویں کا نام ذروان ہے۔

ابن کثیر نے امام ثعلبی سے نقل کیا کہ اس کنگھی میں دھاگہ تھا جسمیں گیارہ گانٹھیں تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے معوذتین میں اسی لئے گیارہ آیتیں نازل کیں۔ آپ ﷺ نے ایک آیت پڑھ کر ایک گانٹھ کھولی۔ اس طرح دونوں سورتوں کو پڑھ لیا اور تمام گانٹھیں کھلتی گئیں۔ تمام گانٹھوں کے کھلتے ہی آپ ﷺ کو مکمل افاقہ محسوس کیا۔

امام مالک نے اپنی کتاب موطا میں نقل کیا ہے کہ جب کبھی حضرت محمد ﷺ بیمار ہوتے آپ ان ہی دو سورتوں کو پڑھا کرتے تھے۔ اور اپنے ہاتھوں پر پھونک کر اپنے جسم مبارک پر پھیر لیا کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ اپنے مرض الموت سے بالکل قریب ہو گئے تو حضرت عائشہؓ یہ دونوں سورتیں پڑھتیں اور آپ ﷺ کے ہاتھوں پر پھونک دیا کرتیں پھر آپ اپنے ہاتھوں کو اپنے بدن اطہر پر پھیر لیا کرتے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی چیز نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ دنیا کی ہر قسم کی برائی اور خطروں سے بچنے کے لئے ہمیں یہ کوشش کرنا چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی مکمل حفاظت میں آ جائیں۔ ہمیں اپنے آپ کو اس کی امان کا انتہائی خواستگار ہونا چاہئے۔ اس کے لئے ہمیں نیک عمل کرتے رہنا چاہئے۔ سورۃ الفلق ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ ہم کس طرح اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آ سکتے ہیں۔ اور دنیا کی تمام برائیوں اور شیطانوں سے ہم کیسے بچ سکتے ہیں۔ اسی طرح سورۃ الناس ہمیں یہ بتاتی ہے کہ ہم کس طرح اللہ تعالیٰ کی امان میں جا سکتے ہیں۔ خصوصاً ان مصیبتوں سے بچ کر جو ہماری روحانی صحت پر اثر ڈالتی ہے۔

سورۃ الفلق میں ہمیں تین طرح کی چیزوں کی برائی سے بچنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ (الف) رات کی برائی سے جب اندھیرا چھا جاتا ہے۔ کیونکہ رات کے اندھیرے میں جن شیطان نقصان دہ جانور کیڑے مکوڑے چور اچکے آزاد ہوتے ہیں اور ہمارے دشمنوں کو کام کرنے کا اچھا موقع مل جاتا ہے۔ اسی طرح جادو رات میں زیادہ اثر کرتا ہے۔ اجالے میں جادو کا اثر کم ہو جاتا ہے۔

(ب) ایسے جادوگروں کے شر سے جو گانٹھ میں پھونکتے ہیں۔

(ج) حسد کرنے والے کے حسد سے:-

بہت سارے لوگ دوسرے لوگوں کی کامیابی پر جلتے ہیں اور حسد کرتے ہیں۔ جس طرح

شیطان نے حضرت آدم اور حواء سے حسد کیا۔

سورۃ الفلق کی تلاوت اوپر بیان کردہ تمام برائیوں سے ہمیں بچاتی ہے۔ حضرت عقبہ ابن عامرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے کہا پچھلی رات مجھ پر ایسی آیتیں نازل کی گئیں جن کی مثل کبھی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی۔ یعنی معوذتین۔

عقبہ بن عامرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے مجھ سے کہا جبکہ ہم دونوں سفر کر رہے تھے کہ کیا تم دو انتہائی اہم اور خاص سورتیں سیکھنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں۔ تو مجھے آپ ﷺ نے معوذتین سکھائیں۔ اسی روز آپ نے مغرب میں ان دونوں سورتوں کی تلاوت بھی فرمائی اور حکم دیا جب تم سونے لگو اور اٹھنے لگو تو یہ دونوں سورتیں پڑھ لیا کرو۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

علامہ ابن کثیر بیان فرماتے ہیں کہ ہر انسان کے ساتھ شیطان ہوتا ہے اور شیطان انسان کے سامنے گناہ کو سجا کر پیش کرتا ہے تاکہ آدمی اس گناہ کی طرف راغب ہو۔ اگر شیطان اپنے اس مقصد میں ناکام ہو جائے تو وہ انسان کو اپنی عبادات پر فخر اور نمائش کے طور پر ادا کرنے پر اکساتا ہے۔ اسی طرح شیطان علماء کے علم کے بارے میں ان کے دلوں میں وسوسے پیدا کر دیتا ہے۔ اور یوں وہ انسان کی روحانیت کو برباد کر دیتا ہے۔ اللہ ہی وہ ذات ہے جو ہمیں شیطان کے ان تمام ہتھکنڈوں سے بچا سکتی ہے۔ سورۃ الناس کی تلاوت ہمیں شیطان کے خلاف اللہ کی امان دلاتی ہے۔

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ ایک رات میں اپنی اہلیہ حضرت صفیہؓ کے ساتھ ایک گلی سے جا رہا تھا۔ راستے میں دو صحابیوں سے ملاقات ہو گئی میں رک گیا اور دونوں سے کہا کہ یہ میری بیوی صفیہؓ ہے۔ یہ سن کر دونوں کہنے لگے اے ہمارے محبوب نبی ﷺ کیا ہم آپ کے بارے میں کوئی غلط بات سوچ سکتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا شیطان میرے بارے میں بھی تمہارے ذہنوں میں شکوک وشبہات پیدا کر سکتا ہے۔

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی بھی شک وشبہ والی بات کو ہمیں اپنے ساتھیوں میں رفع دفع کرتے رہنا چاہئے۔ تاکہ ہمارے دلوں میں دوسروں کے متعلق غلط فہمیاں جنم نہ لے سکیں۔ اس طرح ہم شیطان کو شکست دے سکتے ہیں۔

معوذتین شیطان کے خلاف ہمارے لئے ڈھال کی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہ ہمیں تمام جسمانی اور روحانی خطرات وآفات سے بچاتی ہیں۔ اس طرح قرآن حکیم کی ابتدائی اور آخری آیات دونوں ہمارے لئے باعث خیر وبرکت اور موجب نجات ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام

حضرت داؤد علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے آسمانی کتاب زبور عطا کی تھی۔ زبور میں بنیادی تعلیم توریت میں دی گئی تعلیم کے ہی مطابق تھی۔

اس طرح زبور کے ذریعے حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو پھر سے لوگوں تک پہنچایا۔ گویا آپ کی تعلیم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کا تکملہ تھیں۔ زبور منظوم شکل میں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت کے علاوہ شام، عراق، فلسطین، اردن اور آس پاس کے ممالک پر حکومت بھی عطا کی۔ سورۃ ص:20

(ترجمہ) اور ہم نے حضرت داؤد کی سلطنت کو مضبوط کر دیا تھا۔ اور انہیں حکمت دی تھی اور بات کا فیصلہ کرنا سکھایا تھا۔

حضرت داؤد علیہ السلام ایک بہترین مقرر تھے۔ آپ کا خطاب دلوں کو مسحور کر دیتا۔ آپ انتہائی موثر آسان اور سمجھ میں آنے والے انداز میں بیان فرمایا کرتے تھے۔ خواہ کوئی کتنا ہی مشکل اور پیچیدہ مسئلہ کیوں نہ ہو آپ اس کا ایسا حل بیان فرماتے جو کہ عین عدل و انصاف پر مبنی ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو بہت سارے معجزات دئے تھے۔ وہ اکثر اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ آپ کی آواز ایسی تھی کہ نہ صرف انسان بلکہ پرند، چرند، جانور، اور جنات یہاں تک کہ پہاڑ جھومنے لگتے تھے۔ اور آپ کے ساتھ تسبیح خوانی کرتے۔ یہ بات قرآن میں تین جگہ بتائی گئی ہے۔ سورۃ ص:19-18

(ترجمہ) ہم نے پہاڑوں کو اس (علیہ السلام) کے تابع کر رکھا تھا کہ اس کے ساتھ شام کو اور صبح کو تسبیح خوانی کریں۔ اور پرندوں کو بھی جمع ہو کر سب کے سب اس کے زیر۔

سورۃ سبا:10

(ترجمہ) اور ہم نے داود علیہ السلام پر اپنا فضل کیا، اے پہاڑو! اس کے ساتھ رغبت سے تسبیح پڑھا کرو اور پرندوں کو بھی (یہی حکم ہے) اور ہم نے اس کے لئے لوہا نرم کر دیا۔

سورۃ انبیاء: 79

(ترجمہ) ہم نے اس کا صحیح فیصلہ سلیمان علیہ السلام کو سمجھا دیا۔ ہاں ہر ایک کو ہم نے حکم و علم دے

رکھا تھااور داود علیہ السلام کے تابع ہم نے پہاڑ کر دیئے تھے جو تسبیح کرتے تھےاور پرند بھی۔ اور یہ سب ہم کیا کرتے تھے۔(یعنی اللہ کے حکم سے ہوتا تھا)

آپ کو شاید یہ پڑھ کر حیرت ہوئی ہوگی کہ پہاڑ حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ گایا کرتے تھے۔ ہمیں یہ کبھی نہیں بھولنا چاہئے کہ اللہ نے پوری کائنات کے ذرہ ذرہ کو پیدا کیا ہے۔ اور ہر ذرہ اللہ کا فرمانبردار ہےاور اسکی تعریف و تسبیح کر رہا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم اس زبان کو سمجھ نہیں پاتے۔

سورۃ الاسراء:44

(ترجمہ) ساتوں آسمان اور زمین اور جو بھی ان میں ہے اسی کی تسبیح کر رہے ہیں۔ ایسی کوئی چیز نہیں جو اسے پاکیزگی اور تعریف کے ساتھ یاد نہ کرتی ہو۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ تم اس کی تسبیح سمجھ نہیں سکتے۔ وہ بڑا بردبار اور بخشنے والا ہے۔

یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا ایک معجزہ تھا۔ کہ ان کے ساتھ جانور پرندے جنات یہاں تک کہ پہاڑ عبادت اور تسبیح میں شامل ہو جاتے تھے۔ اللہ تعالٰی نے ایسے کئی معجزات حضرت محمد ﷺ کو بھی عطا کیے تھے۔ مثلاً کنکریاں حضرت محمد ﷺ کے پاس شہادت کا اقرار کرتی تھیں۔ اور اسی طرح جانور بھی حضرت محمد ﷺ سے بات چیت کرتے تھے۔ علاوہ ازیں محمد ﷺ مسجد نبوی میں ایک کھجور کے تنے سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ پھر ایک ممبر آپ کے لئے بنا دیا گیا۔ جس پر بیٹھ کر آپ خطبہ دینے لگے۔ صحابہ نے دیکھا کہ کھجور کا وہ خشک تنا آپ کی جدائی کی وجہ سے رونے لگا۔ حضرت محمد ﷺ نے اس کو دلاسا دینے کے لئے اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تو اس درخت نے رونا بند کر دیا۔ آج اس درخت کی جگہ ایک ستون بنا دیا گیا ہے۔ جو مسجد نبوی میں موجود ہے۔ اس پر استوانہ مخلقہ لکھا ہے۔

جناب شیخ جلال الدین السیوطی نے خصائص الکبریٰ میں لکھا ہے کہ گو کنکریاں اللہ تعالٰی کی تسبیح ہر وقت بیان کرتی ہیں لیکن اللہ تعالٰی نے محمد ﷺ کے معجزہ کے طور پر صحابہ کرامؓ کو دکھایا کہ جب کنکریاں حضرت محمد ﷺ کی ہتھیلی میں ہوتیں تو صحابہ کرامؓ ان کنکریوں کا تسبیح بیان کرنا اپنے کانوں سے سن سکتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ہم کھانا اکثر آپ ﷺ کے ساتھ کھایا کرتے تھے۔ اور ہم نے بارہا کھانے کو اللہ کی تسبیح کرتے سنا تھا۔ (بخاری)

حضرت جابر بن سمرۃؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے کہا" مکہ میں ایک پتھر تھا، جو

میرے نبی بننے سے پہلے بھی مجھے سلام کیا کرتا تھا۔میرے نبی ہونے کے بعد بھی اسکا یہی معمول تھا۔ اسے آج بھی میں جانتا ہوں۔" (مسلم)

حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ جن، درخت اور پتھر اذان سنتے ہیں اور وہ قیامت کے دن مؤذن کے بلانے کی شہادت دیں گے۔

اس طرح یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ صرف پہاڑ ہی نہیں بلکہ ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔لیکن حضرت داؤدعلیہ السلام کا معجزہ یہ تھا کہ ان پہاڑوں کی تسبیح انسان اپنے کانوں سے سنتا تھا۔

حضرت داؤدعلیہ السلام نے حاکم وقت ہوتے ہوئے بھی اپنی حکومت کے خزانے سے کبھی نہ اپنے لئے نہ اپنے خاندان کے لئے ایک پیسہ تک نہ لیا۔وہ خود اپنے ہاتھ سے کام اور صنعت کاری کرتے اور اپنی روزمرہ کی ضروریات پوری کرتے۔وہ دعا کرتے تھے کہ یااللہ میری محنت ومزدوری کو آسان اور بابرکت بنادے تاکہ مجھے زندگی بھر حکومت کے خزانے کی محتاجی نہ ہو۔

حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں کہ اپنے ہاتھوں سے کمائی ہوئی روزی سب سے بہتر ہے۔جیسا کہ حضرت داؤدعلیہ السلام اپنے ہاتھوں سے کماتے تھے۔

حافظ ابن حجر العسقلانی ؒ فرماتے ہیں کہ خلیفۂ وقت کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی بنیادی ضرورتوں کے لئے اسلامی بیت المال سے رقم لے سکتا ہے۔لیکن اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ اسکے علاوہ اپنے ہاتھ سے کمانے کی کوشش کرے جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنی موت سے پہلے حکومت سے لئے ہوئے تمام پیسوں کو واپس کردیا تھا۔جو انہوں نے وظیفہ کے طور پر لئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدعلیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور ان کے لئے روزی کمانا آسان بنادیا تھا۔مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے لوہے کو نرم بنادیا تھا۔سورۃ سبا: 105

(ترجمہ) اور ہم نے ان کے لئے لوہے کو نرم کردیا تھا۔

اسی طرح دیکھئے سورۃ الانبیاء: 80

(ترجمہ) اور ہم نے اسے تمہارے لئے لباس بنانے کی کاریگری سکھائی تاکہ لڑائی کے ضرر سے تمہارا بچاؤ ہو۔ہمارا شکر ادا کرنے والے ہو؟

حضرت سید محمود آلوسی نے امام قرطبی کے حوالے سے روح المعانی میں نقل کیا ہے کہ جنگ کے لئے لوہے کی زرہ بنانا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدعلیہ السلام کو سکھایا تھا۔جو ایک فوجی کو

پہننے کے بعد وزن دار معلوم نہیں ہوتی تھی۔ ایک سپاہی بہت آرام سے اس زرہ کو پہن کر حرکت کرلیا کرتا تھا۔ اور میدان جنگ میں دوڑنے بھاگنے میں اسے کوئی تکلیف نہیں ہوتی تھی۔ آپ کے علاوہ اور کوئی اس طرح کی زرہ نہیں بنا سکتا تھا۔

یہ ایک بہت ہی اہم مسئلہ ہے کہ ہمیں کسی کام کرنے والے کو کمتر نہیں سمجھنا چاہئے جو لوگ صنعت کاری کرتے ہیں، جاہل لوگ ایسے لوگوں کو لوہار یا ترکھان وغیرہ کا نام دیتے ہیں۔ اور انہیں کمتر یا محض مزدور پیشہ سمجھتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان میں بیاہ شادی تک نہیں کرتے۔ حالانکہ صنعت کاری حضرت داؤد علیہ السلام کی سنت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر بے شمار احسانات کئے تھے۔ اسی طرح ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام پر بھی۔ وہ دونوں اللہ کی ان تمام عطاؤں کی بنا پر مزید شکر گذار بندے بن گئے تھے۔ ان کے شکر یہ کا ذکر اللہ نے سورۃ سبأ :13 میں کیا ہے۔

(ترجمہ) جو کچھ سلیمان (علیہ السلام) چاہتے وہ جنات تیار کر دیتے مثلاً قلعے اور مجسمے اور حوضوں کے برابر لگن اور چولہوں پر جمی ہوئی مضبوط دیگیں، اے آل داؤد اس کے شکریہ میں نیک عمل کرو، میرے بندوں میں سے شکر گذار بندے کم ہی ہوتے ہیں۔

علامہ ابن کثیر نے نقل کیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا معمول ایسا تھا کہ دن رات گھر کا کوئی نہ کوئی فرد اللہ کے ذکر میں مشغول رہتا تا کہ اللہ تعالیٰ کا بجا طور پر شکر ادا کر سکیں۔

حضرت محمد ﷺ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت داؤد علیہ السلام کی دعا کو بہت پسند کرتا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام رات کے پہلے نصف حصے میں سوتے تھے۔ پھر رات کے ایک تہائی حصہ میں عبادت میں مشغول رہتے پھر رات کے بقیہ چھٹے حصے میں اپنی باقی نیند پوری کرلیا کرتے تھے۔ اسی طرح داؤد علیہ السلام کے روزے کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے تھے کیونکہ حضرت داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن ناغہ کرتے تھے جو بہت مشکل کام تھا۔ (بخاری و مسلم)

امام ترمذی اور امام ابوبکر الجصاص نے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عطاء بن یاسر نے بیان کیا کہ جب سورۃ سبأ نازل ہوئی تو حضرت محمد ﷺ ممبر پر چڑھ گئے اور مذکرہ آیت پڑھ کر کہا اگر کسی نے ان تین چیزوں پر عمل کرلیا تو اس کو حضرت داؤد علیہ السلام کے برابر اجر ملے گا۔ صحابہ کرامؓ نے فوراً ان

تین چیزوں کے بارے میں پوچھا۔ حضرت محمد ﷺ نے کہا (۱) غصہ اور سکون کی حالتوں میں عدل وانصاف کرنا۔ (۲) غربت اور کشادگی میں میانہ روی اختیار کرنا۔ (۳) ظاہر اور پوشیدہ ہر حال میں اللہ سے ڈرنا۔ (قرطبی احکام القرآن)

حضرت داؤد علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کا جب بھی انعام واحسان ہوتا تو اللہ تعالیٰ انہیں مزید شکر گذاری کی یاددہانی کراتے۔

حضرت فضیل بن عیاض نقل کرتے ہیں کہ جب داؤد علیہ السلام کو یاددہانی کرائی جاتی تو داؤد علیہ السلام کہتے۔ یا اللہ! میں جو بھی شکر ادا کرتا ہوں وہ بھی آپ کی دی ہوئی توفیق کے باعث ہے جس سے اور بھی شکر واجب ہو جاتا ہے۔ یا اللہ! آپ کے شکر کا حق ادا ہی نہیں ہوسکتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے داؤد علیہ السلام اس بات کا اقرار کرنے سے آپ نے واقعی میرے شکر کا حق ادا کر دیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حضرت داؤد علیہ السلام جیسا اخلاق وکردار عطا فرمادے تاکہ ہم بھی اللہ کے شکر گذار بندے بن جائیں۔ آمین

ملاقات کے آداب

ہر مسلمان کے لئے میل جول کے دوران ملاقات کے آداب کا احترام کرنا بے حد ضروری ہے۔ یہ اس بات کی بین دلیل ہے کہ اسلام انسانی حقوق اور معاشرتی انصاف کا کس قدر علمبردار ہے۔ اسلامی اصولوں کو چھوڑ کر یا توڑ کر ہم دوسروں کی افرادی زندگی کو متاثر کر دیتے ہیں۔ یہ بے اصولی بعض اوقات دوسروں کو خوف میں مبتلا کرنے کا سبب بن جاتی ہے۔ اسلام کا مطلب یہ ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ میں امن ہو۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ہدایات کو سمجھنا انتہائی ضروری ہے۔ تا کہ معاشرے میں امن وامان کی فضا پیدا ہو سکے۔ سورۃ النور: 29-27

(ترجمہ) اے ایمان والو اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک کہ اجازت نہ لے لو اور وہاں کے رہنے والوں کو سلام نہ کر لو، یہی تمہارے لئے سراسر بہتر ہے تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔ اگر تم کسی کو گھر میں نہ پاؤ تو پھر اجازت ملے بغیر اندر نہ جاؤ۔ اور اگر تم سے لوٹ جانے کو کہا جائے تو تم لوٹ ہی جاؤ، یہی بات تمہارے لئے پاکیزہ ہے، جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ ہاں غیر آباد گھروں میں جہاں تمہارا کوئی فائدہ یا اسباب ہو، جانے پر تمہیں کوئی گناہ نہیں۔ تم جو کچھ بھی ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔

اس آیت کی رو سے ہمیں کسی بھی گھر میں بغیر اجازت داخل ہونے سے منع فرمایا گیا ہے۔

ہم رہنے والے گھروں کو چار اقسام میں بانٹ سکتے ہیں۔ ہر قسم کے لئے الگ الگ ہدایت دی گئی ہے۔

(۱) پہلی قسم خود اپنے ذاتی گھروں کی ہے۔ جسمیں ہم اکیلے رہتے ہیں۔ اسمیں داخل ہونے کے لئے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی لئے اس قسم کو آیت میں بیان نہیں کیا گیا ہے۔

(۲) دوسری قسم ان گھروں کی ہے جو دوسروں کی ملکیت ہے ایسے گھروں میں داخل ہونے کے لئے پہلے سلام کرنا ہوگا۔ پھر داخلے کی اجازت مانگنی چاہئے۔ ایسے گھروں میں ہم اسی وقت داخل ہو سکتے ہیں جب ہمیں اجازت ملے ورنہ واپس لوٹ جانا چاہئے۔

(۳) تیسری قسم ان گھروں کی ہے جو خالی پڑے ہوں یا جس وقت ہم وہاں پہنچیں تو ایسا معلوم ہو کہ اندر کوئی موجود نہیں ہے۔ ایسے گھروں میں گھسنے کی اجازت نہیں ہے۔ کسی کو کسی دوسرے کی جائداد میں دخل دینے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ چاہے وہ خالی کیوں نہ پڑی ہو، سوچئے اسلام کتنی بلند

اور عظیم تعلیمات دیتا ہے۔ اور دوسروں کی جائداد کا احترام کرنا سکھاتا ہے۔

(۴) چوتھی قسم ان گھروں کی ہے جو عوام کے استعمال کے لئے بنائے جاتے ہیں۔ جیسے ریلوے اسٹیشن، اسکول، ہوٹل، ریسٹورنٹ، سرائے وغیرہ ان تمام گھروں میں ہم بغیر اجازت داخل ہو سکتے ہیں۔ بہر حال قانونی طور پر انکا کرایہ یا ٹکٹ یا پاس وغیرہ بنوانا ضروری ہے۔ مندرجہ بالا تعلیمات میں بہت بڑی حکمت مخفی ہے اور سکون بھی۔ سورۃ النحل :80

(ترجمہ) اللہ نے تمہارے لئے تمہارے گھروں کو جائے سکون بنایا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے گھروں کو ہمارے لئے باعث سکون و راحت بنایا ہے۔ یہاں آیت میں جس سکون کا تذکرہ ہے وہ اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب ایک آدمی کو اس کے اپنے گھر میں مکمل آزادی اور پرائیویسی (Privacy) یا خلوت میسر ہو۔ باہر سے کسی قسم کی دخل اندازی اس آزادی کو ملیا میٹ کر سکتی ہے۔ اسلام میں اس بات کی اجازت نہیں کہ ہم دوسروں کے معاملات میں مداخلت کریں۔ کیونکہ اس کی وجہ سے دوسروں کو تکلیف ہوگی۔ اسکے علاوہ اگر ہم کسی کی اجازت کے ساتھ کسی سے ملنے جائیں تو وہ ہمیں اچھی طرح ملے گا اور ہمارا احترام کرے گا۔ وہ احترام کے علاوہ ہماری ہر ممکن مدد کرے گا۔ اس کے برعکس اگر ہم کسی کے ہاں بلا اجازت یوں ہی گھس جائیں تو گویا کہ ہم اس پر دہشت گردی کی۔ ظاہر ہے ایسے وقت ہمارا میزبان ہم سے نجات حاصل کرنا چاہے گا اور وہ ہماری کسی طرح کی مدد بھی نہیں کرے گا۔

جب ہم کسی کو سلام کرتے ہیں تو یہ اسکے اور ہمارے درمیان محبت بڑھانے والی ایک چیز ہوگی۔ سلام کا مطلب ہوتا ہے کہ ہمارا مخاطب ہمارے ہاتھ اور زبان کی شر سے مکمل طور پر محفوظ ہے۔ سلام زبانی طور پر ادب واحترام کا پروانہ ہے۔ عزت واکرام کو بڑھانے کا پیغام ہے۔ سوچئے کسی سے ملاقات اس طریقہ سے شروع کرنا کتنی بہترین بات ہے۔ اسلام اس سماجی اصلاح سے ہر طرح کی دہشت گردی اور پریشانیوں کو ختم کر دیتا ہے۔

اسلام کے یہ اصول اخلاقی بگاڑ اور انتشار کو بھی ختم کرتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی آدمی کسی کے گھر میں بلا اجازت داخل ہو جاتا ہے تو عین ممکن ہے کہ گھر والے کی بیوی یا بیٹی پر اس کی نظر پڑ جائے اور شیطان کو اس کے ذہن میں غلط خیالات ڈالنے کا موقع مل جائے گا۔ اس طرح کے استحصال سے اسی صورت میں بچا جا سکتا ہے جب واقعی اللہ کی ہدایات پر عمل کیا جائے۔

اسلام میں یہ بھی بہت اہم ہے کہ گھر والے میزبان کی خلوت (Privacy) میں مداخلت نہ ہو مثلاً اگر ہم کسی کے گھر جائیں اور گھر والا اپنے کسی ذاتی کام میں مصروف ہے اور وہ یہ نہیں چاہتا کہ دوسرے لوگ میرے اس کام کو جان سکیں یہ اس کے ذاتی معاملات میں دخل اندازی ہوگی۔ پس اسلام نے دوسروں کے ذاتی اور خفیہ معاملات کو جاننے سے منع کیا ہے۔سورۃ الحجرات 12:

(ترجمہ)دوسروں کے پوشیدہ معاملات کی چھان بین نہ کرو۔

امام قرطبی نقل کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے کہا چغل خوری نہ کرو۔کسی کے بھیدوں کی تلاش میں نہ لگے رہو۔اگر کوئی اپنے مسلمان بھائی کے بھیدوں کی تلاش میں لگے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے بھیدوں کو فاش کردیں گے اور اللہ تعالیٰ اگر کسی کے بھیدوں کو کھولنے میں لگ گیا تو وہ ہر حالت میں ذلیل ہوکر رہے گا چاہے اپنے گھر کے اندر گھس کر بیٹھ جائے۔

ہم ملاقات اور ملاقاتی کے لئے مندرجہ بالا زریں اصولوں کو اختیار کر کے بہت ساری سماجی برائیوں سے بچ سکتے ہیں۔یہ اصول صرف کاغذ اور کتابوں میں لکھنے کے لئے نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسول کی زبان گوہر بار سے نکلتے ہی صحابہ کرامؓ اس کو عملی جامہ پہناتے تھے۔اسی وجہ سے صحابہ کرامؓ نے ایک بہترین مسلم معاشرہ بنا کر دکھادیا۔اس ضمن میں بعض واقعات درج ذیل ہیں:

امام مالک نے اپنی کتاب موطا میں بیان کیا کہ حضرت عطاء بن یسار نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اکرم ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کیا میں اپنی ماں سے بھی اجازت لے کر اس کے گھر میں داخل ہوا کروں۔آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔اس آدمی نے کہا اے رسول ﷺ میں اور میری ماں ایک ساتھ رہتے ہیں۔آپ ﷺ نے پھر کہا ہاں پھر بھی بلا اجازت تم نہیں جاسکتے،آدمی نے کہا میں زیادہ تر اپنی ماں کے ساتھ ہی رہتا ہوں اور ان کی خدمت کرتا ہوں۔آپ ﷺ نے کہا کہ تم کو ضرور اجازت کے ساتھ ہی داخل ہونا چاہئے۔کیا تم اپنی ماں کو ننگا یا غیر مناسب کپڑے میں دیکھنا پسند کرو گے؟ آدمی نے کہا کبھی نہیں ہرگز نہیں،آپ ﷺ نے کہا اسی لئے اجازت ضروری ہے۔تاکہ اس طرح کے حالات سے انسان بچ سکے۔

ابن کثیر کہتے ہیں کہ اگر گھر میں صرف تمہاری بیوی رہتی ہے تو اجازت کی کوئی ضرورت نہیں، ہاں اگر اپنے آنے کا اشارہ کردیا جائے تو بہتر ہوگا۔حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی بیوی کہتی ہیں کہ میرے شوہر گھر میں داخل ہونے سے پہلے دروازہ کھٹکھٹادیا کرتے تھے۔اس لئے انہوں نے مجھے کبھی

ایسی حالت میں نہیں دیکھا جس میں وہ مجھے دیکھنا پسند نہ کرتے تھے۔

اب میں ان زریں اصولوں کے چند دیگر پہلوؤں پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔ اجازت لینے کا بہترین اور صحیح طریقہ یہ ہے کہ پہلے سلام کیا جائے پھر دروازہ کھٹکھٹایا جائے یا دروازے پر لگی ہوئی گھنٹی کا بٹن دبا دیا جائے۔ اگر اندر سے آپ کے بارے میں پوچھا جائے تو آپ اپنا مکمل نام بتائیں۔ یہ نہ کہیں کہ "میں ہوں" کیونکہ اس جواب سے مکمل معلومات نہیں مل پاتی بلکہ گھر والا گھبرا بھی سکتا ہے اور اس کے ذہن میں الجھن پیدا ہو سکتی ہے کہ میں سے مراد کون ہے۔

اگر سلام کرنے کے بعد اندر سے کوئی جواب نہ ملے تو دروازہ کھٹکھٹانے کے بعد مزید دو مرتبہ دروازے پر دستک دیں اگر پھر بھی جواب نہ ملے تو ہمیں ہرگز اندر داخل نہ ہونا چاہئے۔

اس طرح کی اور بہت سی حالتوں سے ہم دوچار ہو سکتے ہیں جن کو ہمیں یہاں بیان کرنا ضروری ہے۔ مثلاً اگر کوئی گھر والا یہ درخواست کرے کہ ہم واپس چلے جائیں اور پھر کسی وقت آئیں تو ہمیں اس کی بات مان لینا چاہئے اور اس کی درخواست کو ہمیں ناپسند نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ آپ کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ آپ کسی کے ہاں اس کی اجازت کے بغیر جا گھسیں۔

اسلام ایک انصاف پسند اور معقول مذہب ہے۔ یہ ملاقات کرنے والوں کے حقوق بھی بیان کرتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا

تمہارے ملاقاتیوں کا بھی تم پر حق ہے۔

اس لئے گھر والے کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ باہر آ کر اپنے گھر آنے والے کا پرجوش استقبال کرے۔ بغیر کسی ناگہانی یا اہم وجہ کے مہمان کو واپس نہ کرے۔

یہاں یہ بات بھی بتانا ضروری ہے کہ عوام کے استعمال کے لئے سرائے یا مسافر خانے ہوں ایسی جگہوں پر وہاں جو قاعدہ اور قانون ہو اس کی پاسداری کرنا ضروری ہے۔ جیسے ہم ریلوے اسٹیشن کے پلیٹ فارم میں بغیر ٹکٹ کے داخل نہیں ہو سکتے۔ وہاں پر بھی اس جگہ کے ذمہ داروں کے رہائش کے لئے گھر ہو سکتے ہیں۔ ایسے گھروں میں بھی ہم بلا اجازت نہیں جا سکتے۔

اسلامی تعلیم کے ماہرین نے اس موضوع پر بہت اہم ہدایات دے رکھی ہیں۔ ان میں سے چند یہاں بیان کر رہا ہوں۔

(۱) کسی کو سوتے وقت فون کرنا مناسب نہیں ہے۔ ہاں بہت ناگہانی ضرورت ہو تو کر سکتے ہیں۔ اسی طرح فرض عبادات کے وقت ہم کسی کو فون نہ کریں۔ اس سے اس کی آزادی متاثر ہو گی۔ یہ ویسا ہی ہے جیسے ہم کسی کے گھر بلا اجازت داخل ہو جائیں۔

(۲) اگر آپ کے لئے کسی شخص کو بار بار فون کرنا ضروری ہو تو آپ اس شخص سے مناسب وقت دریافت کر لیں۔ تا کہ آپ اس کے نظام الاوقات کا احترام کر سکیں۔

(۳) اگر آپ کو کسی شخص سے فون پر دیر تک بات کرنی ہے تو اس شخص سے پوچھ لینا ضروری ہے کہ آیا وہ اس وقت مصروف تو نہیں ہے۔

(۴) اگر آپ کو کوئی فون کرے تو آپ اس وقت تک فون پکڑے رہیں جب تک فون کرنے والے کی بات ختم نہ ہو۔ کیونکہ فون کرنے والے کا آپ پر حق ہے۔

(۵) اگر آپ کسی کے ہاں جائیں تو دروازے کے سامنے نہ کھڑے ہوں۔ دروازہ کھلتے وقت دروازے کے سامنے کھڑے رہنے کا یہ مطلب ہو گا کہ ہمارے باہر ہوتے ہوئے ہماری نظر گھر میں گھس جائے گی جو گھر میں جانے کے برابر ہو گا۔ اور میزبان کی خلوت (Privacy) میں دخل ہو گا۔ اسی طرح دروازے میں کسی سوراخ یا چیر میں سے گھر میں نہ جھانکیں۔

حضرت سہل بن سعدؓ روایت کرتے ہیں کہ جب کبھی نبی کریم ﷺ کسی کے یہاں جاتے تھے تو آپ اس کے دروازے کے سامنے ہرگز کھڑے نہ ہوتے بلکہ آپ ہمیشہ دروازے کے سیدھے یا الٹے ہاتھ رکتے تھے۔ پھر سلام کر کے اجازت مانگتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

(۶) اگر کوئی حادثہ ہو جائے یا کوئی ناگہانی ضرورت ہو تو کسی کے گھر میں بلا اجازت گھسنا درست ہے۔ بلکہ اس کے لئے جتنا جلد ممکن ہو اندر گھسنا چاہئے تا کہ مصیبت زدہ لوگوں کو فوری مدد مل سکے۔

(۷) اگر آپ نے اپنے کسی آدمی کو اس غرض سے بھیجا ہے کہ وہ کسی کو لے کر آئے تو وہ شخص بغیر اجازت اندر آ سکتا ہے۔ آپ کے آدمی کا اس کے ساتھ ہونا ہی اجازت کے برابر ہے۔ (ابوداؤد)

آج کل جو تکالیف اور پریشانیاں نمودار ہو جاتی ہیں وہ ان سماجی اصولوں کی خلاف ورزی سے ہوتی ہیں۔ جن اصولوں کے بارے میں خالق کائنات نے ارشاد فرمایا۔ اور آج نہیں بلکہ صدیوں پہلے بتایا تھا۔ ان پر عمل کرنا واجب ہے۔ سورۃ الملک :14

(ترجمہ) کیا پیدا کرنے والا نہیں جانتا جبکہ وہ بہت زیادہ باریک بین اور خبر رکھنے والا ہے۔

بہت سارے لوگ انتہائی تکلیف دہ اور اجیرن زندگی گذارتے ہیں باوجود اس کے کہ اُن کے پاس جدید وسائل اور جدید سہولتیں موجود ہوتی ہیں۔ ایسا صرف اس وجہ سے ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے قوانین سے روگردانی کر رہے ہیں۔

اسلام ان تمام سماجی اصولوں پر عمل کرنے کے لئے زور دیتا ہے۔ چاہے مسلمانوں کے گھر پر جائیں یا غیر مسلموں کے گھر پر۔ یہ اصول صرف فقیروں اور مفلسوں کے لئے نہیں ہیں۔ اسلام تو یہ سکھاتا ہے کہ انتہائی مالدار اور بڑے بڑے ادارے اور دفتر چلانے والے بھی ان اصولوں کی پابندی کریں۔ اسلام ہر ایک کے ساتھ برابر کا سلوک کرتا ہے۔ یہ اسلام کے حقیقی اور سچا مذہب ہونے کا بیّن ثبوت ہے۔

اب تک باہر سے آنے والے ملاقاتیوں کے آداب بیان کئے گئے اس کے علاوہ ایک ہی گھر میں رہنے والوں کے لئے بھی آنے جانے اور اجازت چاہنے کے اصول قرآن کریم بتاتا ہے۔ سورۃ النور:59-58

(ترجمہ) ایمان والو تم سے تمہاری ملکیت کے غلاموں کو اور انہیں بھی جو تم میں سے بلوغت کو نہ پہنچے ہوں (اپنے آنے کی) تین وقتوں میں اجازت حاصل کرنی ضروری ہے۔ نماز فجر سے پہلے اور ظہر کے وقت جب کہ تم اپنے کپڑے اتار رکھتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد، یہ تینوں وقت تمہاری (خلوت) اور پردہ کے ہیں۔ ان وقتوں کے ماسوا نہ تو تم پر کوئی گناہ ہے نہ ان پر۔ تم سب آپس میں ایک دوسرے کے پاس بکثرت آنے جانے والے ہو (ہی)، اللہ اس طرح کھول کھول کر اپنے احکام تم سے بیان فرمارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ پورے علم اور کامل حکمت والا ہے۔ اور تمہارے بچے (بھی) جب بلوغت کو پہنچ جائیں تو جس طرح ان کے اگلے لوگ اجازت مانگتے ہیں انہیں بھی اجازت مانگ کر آنا چاہئے، اللہ تعالیٰ تم سے اس طرح اپنی آیتیں بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ علم والا اور بہت زیادہ حکمت والا ہے۔

اس لئے والدین کو چاہئے کہ وہ اپنے بچوں کو مندرجہ بالا حسن اخلاق کی تربیت دیں۔ پس جو لوگ اپنے گھروں میں ان ہدایات پر عمل پیرا ہوں گے وہ دوسروں سے ملاقات کے دوران بھی ان پر ضرور کاربند ہوں گے۔

ان اصولوں پر چل کر انسان ایک معزز اور قابل احترام شخص بن جاتا ہے۔ گھر میں بھی عزت ہو گی اور باہر بھی ہمارا احترام کیا جائے گا۔ ایسا سماج حقیقت میں امن وامان کا گہوارہ ہو گا۔ پردہ اور حیاداری کا پیکر ہو گا۔

مجھے امید ہے کہ اگر ہم ان سماجی اصولوں کی پابندی کریں تو ہم موجودہ بربریت ظلم وستم اور دہشت گردی سے بچ سکتے ہیں۔ اور ایک ایسی زندگی کی امید کر سکتے ہیں جسمیں لوگ ایک دوسرے کو ادب واحترام سے مخاطب کریں گے۔ حیاء داری کا ماحول ہو گا۔ ایک دوسرے کے مقام کا خیال کیا جائے گا اور یقیناً رہتی دنیا ایسے سماج ومعاشرہ پر فخر کرے گی۔

سبحان اللہ۔ اللہ تعالٰی نے حضرت محمد ﷺ کی وساطت سے ہمیں کیسے کیسے اصول تحفے دیے ہیں!!!

والدین کا احترام

دنیا کا ہر مذہب اور تہذیب اس بات پر متفق ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہئے ان کا ادب واحترام ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے۔اس بارے میں قرآن کی تعلیم سب سے زیادہ اہم اور اچھے ایک انفرادی اسلوب کی حامل ہے۔مثلاً جب کبھی اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت وفرمانبرداری کی طرف توجہ دلانا چاہا ہے اس کے فوراً بعد والدین کی اطاعت اور فرمانبرداری کی تعلیم دی ہے۔سورۃ لقمان:14

(ترجمہ) اے بندو اتم میرا (اللہ کا) شکر کرو اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو تم تمام کو میری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

یاد رکھئے کہ جس طرح سے اللہ کے حقوق ہم پر فرض ہیں بالکل اسی طرح انسانوں کے حقوق بھی ہم پر فرض ہیں۔اور اتنے ہی اہم ہیں۔انسانوں میں والدین کے حقوق سب سے بڑھ کر ہیں۔

ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے والوں کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔سورۃ الاحقاف: 15-16

(ترجمہ)اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا ہے، اس کی ماں نے اسے تکلیف جھیل کر پیٹ میں رکھا اور تکلیف برداشت کر کے اسے جنا،اس کے حمل کا اور اس کے دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس مہینے کا ہے۔یہاں تک کہ جب وہ اپنی پختگی اور چالیس سال کی عمر کو پہنچا تو کہنے لگا اے میرے پروردگار! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر انعام کی ہے اور یہ کہ میں ایسے نیک عمل کروں جن سے تو خوش ہو جائے اور تو میری اولاد بھی صالح بنا۔میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔یہی وہ لوگ ہیں جن کے نیک اعمال تو ہم قبول فرمالیتے ہیں اور جن کے بداعمال سے درگزر کر لیتے ہیں،(یہ) جنتی لوگوں میں ہیں۔اس سچے وعدے کے مطابق جو ان سے کیا جاتا تھا۔

والدین سے نافرمانی کرنے والوں کیلئے گھاٹا ہی گھاٹا ہے۔سورۃ الاحقاف:17-18

(ترجمہ)اور جس نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ تم سے میں تنگ آ گیا تم مجھ سے یہی کہتے رہو گے کہ میں مرنے کے بعد پھر زندہ کیا جاؤں گا مجھ سے پہلے بھی امتیں گزر چکی ہیں،وہ دونوں والدین جناب باری میں فریادیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں تجھے خرابی ہو تو ایمان لے آ، بیشک اللہ کا وعدہ حق ہے،وہ جواب دیتا ہے کہ یہ تو صرف اگلوں کے افسانے ہیں۔یہ وہ لوگ ہیں جن پر عذاب کا فیصلہ

چھپا ہو چکا ہے اور جنوں اور انسانوں کی ان امتوں میں شامل ہو گئے ہیں جو ان سے پہلے گزر چکی ہیں،
یقیناً وہ تھے ہی گھاٹا اٹھانے والے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے بھی کہا کہ:

صَلِ امُکَ ثُمَّ اُمُکَ ثُمَّ اُمُکَ ثُمَّ اَبَاکَ ثُمَّ اَدنَاکَ فَادنَاکَ

تم اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو تم اپنی ماں کے ساتھ نیک سلوک کرو تم اپنی ماں کے ساتھ صلہ
رحمی کرو پھر تم اپنے باپ کے ساتھ صلہ رحمی کرو، پھر تم اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔
پھر اسکے بعد دور کے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ (مظہری)

ماں کے ساتھ اس طرح کے خاص حسن سلوک اور صلہ رحمی کا حکم اللہ تعالی نے کئی وجوہات کی بنا
پر دیا ہے۔

۱- بچہ کو اپنے پیٹ میں رکھنے کی تکلیف اور پیدائش کے وقت کی تکلیف سہنے کی وجہ سے۔

۲- بچہ پیدا ہونے سے پہلے اور بچہ پیدا ہونے کے بعد بچے کی پرورش اور نشوونما کے لئے اسکے
بدن سے بچے کو غذا دی جاتی ہے۔

۳- ہر وقت بچہ کو اپنے کاندھوں پر لادے رہنا اور دن رات اسکی ضرورتوں کے پیچھے لگے رہنا۔

۴- ماں بچوں کو سکھاتی ہے اور انہیں تربیت دیتی ہے نفسیات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ بچپن کی
تعلیم و تربیت کا اثر بچے کی آگے کی زندگی پر پڑتا ہے۔ دنیا کی تمام عظیم شخصیتیں اپنی عظیم ماؤں کی وجہ
سے عظیم کہلائیں۔

واضح ہے کہ ماں کے احسانات بہت زیادہ ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالی نے اسکے حقوق کو اتنی اہمیت
دی ہے لیکن افسوس کی بات ہے کہ کئی مائیں اللہ تعالی کی دی ہوئی فوقیت اور اہمیت کا غلط استعمال کرتی
ہیں، بہت ساری مائیں بچوں کو اپنے قبضے میں لے لیتی ہیں اور باپ کو بچوں کے معاملات میں اپاہج بنا
دیتی ہیں یہاں تک کہ ایسی مائیں بچوں کو گھریلو معاملات میں باپ کا مخالف بنا دیتی ہیں۔ جس کی بنا پر
اس گھر کا نظام درہم برہم ہو کر رہ جاتا ہے۔ ایسی مائیں اللہ کی دیگر ہدایات کو بھول کر ایسا کرتی ہیں،

سورۃ النساء: 34

(ترجمہ) مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالی نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے
اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں، پس نیک عورتیں (ہوتی ہیں) اطاعت شعار۔

(مردوں کی) غیر حاضری میں حفاظت کرنے والیاں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں گھریلو زندگی کے متعلق سب سے زیادہ مفصل ہدایتیں دی ہیں، اتنی ہدایتیں زندگی کے دوسرے شعبے کے متعلق نہیں ملتیں۔ کیونکہ گھریلو سکون کی اہمیت اور بقا اللہ تعالیٰ کی نظر میں بہت اہم ہے۔ ایسی ماؤں کا اس طرح کا غیر اسلامی سلوک ان کے شوہروں کو انتہائی تکلیف میں مبتلا کر دیتا ہے، اور بہت مسائل پیدا کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نظر میں ایسی ماؤں کا اجر کم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ خاوند کو اسکے مقام سے گرا کر اولاد کی مدد سے گھریلو سکون کو تباہ و برباد کرتی ہیں۔ کئی ایسی مائیں اپنی زندگی کے آخری حصہ میں اپنی غلطیوں کو تسلیم کر لیتی ہیں۔ جب وہ خود اپنے ہی پیدا کئے ہوئے مسائل میں گھر کر پریشان ہو جاتی ہیں۔ لیکن پھر اس وقت نقصان کی تلافی انتہائی مشکل ہو جاتی ہے۔

حقیقت میں ہر بُری چال کا نتیجہ اس چال کے چلنے والے پر ہی وارد ہو جاتا ہے۔ سورۃ الفاطر: 43

(ترجمہ) کسی بھی بری چال کا نتیجہ اس چال کے چلنے والے ہی کو مل کر رہتا ہے۔

سورۃ الاسراء: ۲۵-۲۳ میں والدین کے ادب و احترام کے لئے مزید تفصیل دی گئی ہے۔

(ترجمہ) اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا۔ اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا یہ دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اف تک نہ کہنا، نہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا بلکہ ان کے ساتھ ادب واحترام سے بات چیت کرنا۔ اور عاجزی اور محبت کے ساتھ ان کے سامنے تواضع کا بازو پست رکھے رکھنا، اور دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار! ان پر ویسا ہی رحم کر جیسا انہوں نے مجھے بچپن میں پالا۔ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے تمہارا رب بخوبی جانتا ہے اگر تم نیک ہو تو وہ تو رجوع کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے بعد دوبارہ والدین کے ادب و احترام کی بات کی ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں سمجھایا ہے کہ ہم بچپن میں کس طرح بے یارو مددگار تھے، اور والدین نے ہمیں پالا پوسا اور پروان چڑھایا، ہمارے والدین ہماری ہر خواہش پورا کرتے تھے۔ مکمل خلوص اور محبت کے ساتھ، اسی لئے اولاد پر فرض ہے کہ وہ والدین کا احترام کرے۔ اور ان سے اچھا سلوک کرے۔

اگر چہ عمر کے تمام حصوں میں والدین کا ادب واحترام کرنا چاہئے لیکن ان کی طرف زیادہ تر توجہ اس وقت ہونی چاہئے جب وہ بوڑھے ہو جائیں۔ کیونکہ وہ بھی اسی طرح بے یار و مددگار ہو جاتے ہیں جیسے ہم بچپن میں تھے، اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں مندرجہ ذیل ہدایات ہمیں دی ہیں:

۱- والدین کو انکی بے عزتی کے طور پر چھوٹے سے چھوٹا لفظ بھی نہیں کہنا چاہئے۔

۲- ان کے سامنے چلا کر نہیں بولنا چاہیئے۔

۳- انتہائی محبت بھرے لہجے اور ہمدردی کے انداز میں ان سے بات کرنا چاہئے۔

۴- والدین کے ساتھ ہر معاملہ انتہائی فرمانبرداری اور نرمی سے کرنا چاہئے، انکے ساتھ رحمدلی کا معاملہ ہونا چاہئے، اور دل کی گہرائیوں سے یہ سب کچھ ہونا چاہئے، محض دکھانے کے لئے یا روایتی انداز میں نہیں ہونا چاہئے۔

۵- ہمیں والدین کے لئے دعا کرنا چاہئے، اے اللہ تعالیٰ میرے والدین پر رحم کر بالکل اسی طرح جس طرح وہ لوگ بچپن میں مجھ پر رحم وکرم کرتے تھے ...... یہ دعا ان کی موت کے بعد بھی کرتے رہنا چاہئے، ہمیں اس دعا کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود یہ دعا ہمیں سکھائی ہے۔ اور اسکی تلقین فرمائی ہے۔

۶- سورۃ الاسراء کی آیت نمبر ۲۵ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات بھی ہمارے دلاسے کے طور پر بیان کردی ہے کہ اگر کسی سے بھول چوک یا غلطی سے والدین کے متعلق کوئی نازیبا کلمات نکل جائیں جو لاپرواہی کی وجہ سے نہیں بلکہ سخت محنت کرتے ہوئے انجانے میں ہو جائے تو اس پر اللہ تعالیٰ ہمیں سزا نہ دے گا۔ بشرطیکہ ہم خلوص دل سے توبہ کرلیں اور معافی مانگ لیں، اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کی گہرائیوں سے بھی اچھی طرح واقف ہے۔

والدین کے احترام کے بارے میں بہت ساری احادیث بھی موجود ہیں۔

ایک مرتبہ ایک آدمی نے حضرت محمد ﷺ سے پوچھا وہ کونسا عمل ہے جو اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہیں، جواباً آپ ﷺ نے فرمایا: وقت مقررہ پر عبادت کرنا۔ پوچھنے والے نے پوچھا اسکے بعد کونسا عمل؟ آپ نے کہا: والدین کے ساتھ حسن سلوک۔ (بخاری)

عبداللہ ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے جہاد میں جانے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے پوچھا کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا: ہاں، آپ ﷺ نے کہا کہ تمہارے والدین

کی خدمت کرنا تمہارے لئے جہاد ہے۔(بخاری)

یادرکھئے یہ حکم اس وقت ہے جب والدین کی خدمت کرنے والا کوئی نہ ہوتو ان کو اکیلا بے سہارا چھوڑ کر نہیں جانا چاہئے، اگر گھر میں دوسرے بھائی وغیرہ ہوں تب یہ حکم نہ ہوگا، اور اگر جہاد فرض عین ہو تب بھی ہر مسلمان کو جہاد پر نکلنا فرض ہوگا۔

اسلام اس بات کی بھی تلقین کرتا ہے کہ ہم اپنے والدین کے متعلقین کی بھی عزت کریں، چاہے وہ والدین کے رشتہ دار ہوں یا والدین کے دوست۔

حضرت عبداللہ ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے کہا کہ اگر تم اپنے والدین کے دوستوں کا احترام کروگے تو یہ بلا واسطہ تمہارے والدین ہی کا احترام ہوگا۔(بخاری)

امام قرطبی نے ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے۔ جو حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے۔ ''ایک آدمی حضرت محمد ﷺ کے پاس آیا۔اور شکایت کی کہ میرے والد نے میری ساری جائداد لے لی۔حضرت محمد ﷺ نے کہا جاؤ اپنے والد کو لیکر آؤ، اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس آئے۔اور کہنے لگے جب اس شخص کے والد صاحب آئیں تو آپ ان سے ان کلمات کے بارے میں پوچھنا جو انھوں نے اپنے دل ہی دل میں کہے تھے یہاں تک کہ انکی آواز خود انکے کان میں بھی نہ جاسکی تھی، جب وہ لڑکا اپنے باپ کو لیکر آیا تو آپ ﷺ نے کہا تمہارا بیٹا کیوں تمہاری شکایت لیکر آیا ہے کہ تم نے اس کا مال ہڑپ کرلیا ہے، باپ نے حضرت محمد ﷺ سے درخواست کی کہ آپ خود میرے بیٹے سے ہی پوچھئے کہ میں تو یہ پیسہ صرف اپنے اوپر خرچ کرتا ہوں یا انکی چاچی پر، حضرت محمد ﷺ نے کہا ٹھیک ہے میں سب کچھ سمجھ گیا اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ وہ کونسے الفاظ تھے جو تم نے اتنے دھیرے کہے تھے کہ خود تمہارے کان تک نہ سن سکے تھے؟، وہ آدمی یہ سنتے ہی حیرت میں ڈوب گیا۔ اور کہنے لگا یہ تو ایک معجزہ ہے آخر آپ نے یہ کیسے جانا۔حقیقت میں میں نے وہ الفاظ دل ہی دل میں کہے تھے، آپ ﷺ نے اس سے کہا وہ جملے سناؤ۔اس آدمی نے مندرجہ ذیل عربی کے اشعار سنائے۔ اسکا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:

میں نے تجھے بچپن میں پالا پوسا تمہارے کھانے پینے کا انتظام کیا تمہاری ہر طرح سے مدد کی یہاں تک کہ تم جوان ہوگئے، اس وقت تک تمام قسم کے خرچ میرے کاندھوں پر تھے۔

میں رات بھر جاگتا اور بیتاب ہوجاتا جب کبھی تو بیمار پڑتا۔ مجھے ایسا لگتا کہ تیری بیماری میری

بیماری ہے، رات بھر یہی سوچ کر روتا رہتا۔

ہر وقت تیری موت کا ڈر میرے ذہنوں پر چھایا رہتا، جب کہ میں جانتا ہوں کہ موت اپنے وقت پر آتی ہے، نہ آگے ہوتی ہے نہ پیچھے۔

جب تو اس جوانی کی عمر میں پہنچ گیا جسکی میں ہمیشہ خواہش کرتا تھا۔ تو مجھ سے اکڑ کر باتیں کرتا اور مجھے دکھ دیتا ہے اور تمہارا رویہ ایسا ہے گویا تم مجھ پر احسان کر رہے ہو۔

افسوس اگر تو میرے حقوق ادا نہیں کر سکتا، مجھے باپ کی طرح نہیں دیکھ سکتا تو پڑوسی کی طرح تو سلوک کر یا کم از کم میں نے تجھ پر جو خرچ کیا ہے اتنا ہی مجھ پر خرچ کر اور بخیلی سے کام نہ لے۔

دل کو ہلا دینے والی یہ نظم سن کر حضرت محمد ﷺ نے اس جوان کی گردن پکڑی اور کہا تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔

اَنْتَ وَمَالُکَ لِاَبِیْکَ

تو اور تیرا مال دونوں تیرے باپ کی ملکیت ہے۔

ایک دوسری حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے منبر کی پہلی سیڑھی پر چڑھتے ہوئے کہا رَغِمَ اَنْفُهٗ یعنی فلاں شخص برباد ہو۔

دوسری سیڑھی پر چڑھتے ہوئے پھر یہی الفاظ کہے تیسری سیڑھی پر جب قدم رکھا تو پھر یہی الفاظ کہے یہ سن کر صحابہ کرام نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ کون برباد ہو؟ محمد ﷺ نے کہا ایسا آدمی جو رمضان کا مہینہ پا کر بھی اپنے گناہ معاف نہ کروا سکے، وہ آدمی برباد ہو جو میرا نام سن کر مجھ پر صلاۃ وسلام نہ بھیجے، وہ آدمی بھی برباد ہو اور جو بوڑھے والدین کو پا کر بھی اپنی مغفرت نہ کروا سکے اور جنت میں نہ جا سکے۔ (مسلم)

دوسرے الفاظ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان تینوں امور کا خیال رکھا جائے تو یہ یقینی طور پر انسان کو جنت نصیب ہوگی۔

اللہ ہمارے دلوں میں ہمارے والدین کے متعلق حقیقی محبت پیدا کر دے۔ اور ان دونوں پر اپنی رحمتیں انڈیل دے۔ جیسا کہ انھوں نے بچپن میں ہم پر رحم کیا۔ (آمین!)

سُود

سود اتنی بڑی لعنت ہے کہ رب العزت نے اسے ہمیشہ حرام قرار دیا۔ یہود و نصاریٰ پر بھی یہ حرام تھا اور مسلمانوں پر بھی حرام ہے کیونکہ اللہ تعالی یہ بات خوب جانتے ہیں کہ سود ہر قوم کے لئے سم قاتل ہے، اور ہر جگہ ہر زمانے میں یہ حرام ہی ہونا چاہئے، یہود و نصاریٰ نے نہ صرف خود کھلے طور پر ان احکام کی خلاف ورزی کی بلکہ انہوں نے دوسری اقوام کو بھی اس میں ملوث ہونے کے راستے کھول دیئے، اور انہیں سود کے کاروبار میں اس طرح جھونک دیا کہ وہ اس دلدل سے کبھی نکل نہ سکیں، دیکھئے سورۃ النساء: 161-160

(ترجمہ) جو نفیس چیزیں ان کے لیئے حلال کی گئی تھیں وہ ہم نے ان پر حرام کر دیں ان کے ظلم کے باعث اور اللہ تعالی کی راہ سے اکثر لوگوں کو روکنے کے باعث۔ اور سود جس سے منع کیے گئے تھے اسے لینے کے باعث اور لوگوں کا مال ناحق مار کھانے کے باعث اور ان میں جو کفار ہیں ہم نے ان کے لیے المناک عذاب مہیا کر رکھا ہے۔

آج کل بہت سارے مسلمان بھی اس بربادی میں ملوث ہیں وہ اللہ کے قانون کو چھوڑ کر کسی اور راستے پر چل رہے ہیں اس سلسلے میں وہ بعض اوقات بہت سارے بھونڈے اور ناقابل قبول عذر اور دلائل پیش کرتے ہیں اور سود کے جواز پر اڑ جاتے ہیں، اسلئے قرآن نے جو ہدایات دی ہیں ان کا اعادہ بہت ضروری ہے۔ دیکھئے سورۃ البقرۃ: 276-275

(ترجمہ) جو لوگ سود کھاتے ہیں (یعنی لیتے ہیں) نہیں کھڑے ہونگے (قیامت میں قبروں سے) مگر جس طرح وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان چھو کر خبطی بنا دے (یعنی حیران و مدہوش) یہ اس لئے کہ یہ کہا کرتے تھے کہ تجارت بھی تو سود ہی کی طرح ہے، حالانکہ اللہ تعالی نے تجارت کو حلال کیا اور سود کو حرام، جو شخص اپنے پاس آئی ہوئی اللہ تعالی کی نصیحت سن کر رک گیا اس کے لئے وہ ہے جو گزرا اور اس کا معاملہ اللہ تعالی کی طرف ہے، اور جو پھر دوبارہ (حرام کی طرف) لوٹا، وہ جہنمی ہے، ایسے لوگ ہمیشہ ہی اس میں رہیں گے۔ اللہ تعالی سود کو مٹاتا ہے اور صدقہ کو بڑھاتا ہے اور اللہ تعالی کسی ناشکرے اور گنہگار سے محبت نہیں کرتا۔

مزید تفصیل دیکھئے سورۃ البقرۃ: 280-287

(ترجمہ) اے ایمان والو! اللہ تعالی سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے وہ چھوڑ دو، اگر تم سچ مچ

ایمان والے ہو۔ اور اگر ایسا نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے لڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ، ہاں اگر توبہ کرلو تو تمہارا اصل مال تمہارا ہی ہے، نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ اور اگر کوئی تنگی والا ہو تو اسے آسانی تک مہلت دینی چاہئے اور صدقہ کرو تو تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے، اگر تم میں علم ہو۔

پس سود میں ملوث لوگ جب حشر کے دن اپنی اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو وہ اس حالت میں ہونگے کہ گویا ان کو شیطان نے پاگل بنا دیا ہے، اور وہ الٹی سیدھی حرکتیں کریں گے، جسکی وجہ سے وہ بآسانی پہچان لئے جائیں گے کہ یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے قانون کا مزاق اڑایا کرتے تھے اور کہتے تھے سود بھی تجارت کی طرح ہے، کیونکہ دونوں میں نفع ہوتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ جس نے ہر چیز کو پیدا کیا وہ ہر ایک کے لئے فائدہ مند اور نقصان دہ چیز اچھی طرح جانتا ہے۔ سورۃ الملک: 14

(ترجمہ) کیا جس نے پیدا کیا وہ نہیں جانتا وہ تو بہت ہی باریک بین اور ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ البقرۃ آیت نمبر 279 میں فرماتا ہے اگر سود سے توبہ کرلو اور سودی کاروبار سے باز آجاؤ تو اپنی لگائی ہوئی پونجی تم لے سکتے ہو بقیہ سود تمہیں چھوڑنا پڑے گا، اور اگر توبہ نہ کرو گے اور سودی کاروبار جاری رکھو گے تو تم اپنی لگائی پونجی بھی ضائع کر بیٹھو گے۔

اسلام فقراء اور مساکین کے ساتھ ایک دوستانہ اور ہمدردانہ تعلق رکھنے کی تلقین کرتا ہے، مثلاً اگر تم مقروض کو مشکل میں پاؤ اور اسکے حالات ایسے ہوں کہ وہ تمہاری رقم نہ دے سکے تو تم اسکو مزید مہلت دو، یہاں تک کہ وہ بآسانی دے سکے۔ اور اگر تم اس سے مطالبہ ہی نہ کرو اور اس کو معاف کردو تو یہ تمہاری طرف سے بہت ہی زیادہ خیر خواہی کا کام ہوگا۔

صدقہ اور خیرات کے ذریعے ایک آدمی اپنی دولت دوسروں کو دیتا ہے۔ اور اپنی جمع کردہ پونجی کم کرتا ہے، جب کہ ایک دوسرا آدمی سود پر پیسہ دیکر لوگوں سے مزید پیسہ حاصل کرتا ہے، اور اپنی پونجی میں اضافہ کرتا ہے۔ قرآن ان دونوں میں فرق کو بیان کرتا ہے۔ صدقہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ایسا کرتا ہے، اور اسکا بدلہ صرف اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے، جو کل قیامت میں اسکو ملے گا حالانکہ دنیا میں بھی اسکا فائدہ کسی نہ کسی صورت میں ملتا ہے اور پھر دوبارہ آخرت میں ملے گا، اللہ کی طرف سے ملنے والا یہ انعام بہت زیادہ اور بڑا ہوگا۔ جس سے ظاہر ہوا کہ اسکی جمع شدہ پونجی کم

ہونے کی بجائے بڑھ گئی۔اس کے برعکس وہ آدمی جس نے سود پر پیسہ دیا وہ اللہ کی رحمت سے دور ہوگیا، اور کل قیامت میں نقصان بلکہ بہت بڑا نقصان اٹھائے گا۔علاوہ ازیں وہ اس دنیا میں بھی کبھی بھی دیوالیہ ہوسکتا ہے۔

ایک دن حضرت محمد ﷺ نے ایک مینڈھا ذبح کیا اور کسی کام سے کہیں چلے گئے، حضرت عائشہؓ نے اس مینڈھے کا زیادہ حصہ صدقہ کردیا، واپس آ کر حضرت محمد ﷺ نے پوچھا کتنا گوشت بچا حضرت عائشہؓ نے کہا دیکھئے صرف یہ ایک ٹکڑا بچا ہے، آپ ﷺ نے کہا جو کچھ بانٹ دیا گیا وہ تو ہمارے لئے جمع ہوگیا اور جو کچھ بچا ہے وہ ہمارے لئے نقصان ہے کیونکہ کوئی بھی چیز جو اللہ کی راہ میں تقسیم کی جائے وہ اللہ کے پاس جمع ہوکر پروان چڑھتی رہتی ہے۔

حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ انسان کتنا ہی زیادہ سود حاصل کرلے اسکا انجام مال کی کمی ہی ہوگا، (مسند احمد، ابن ماجہ)

محمد ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر کسی قرض دینے والے نے مقروض کی مہلت کو بڑھادیا تو اسکو ہر روز اتنی رقم صدقہ کرنے کا ثواب ملتا رہے گا یہاں تک کہ اسکو اسکی رقم واپس مل جائے، یہ اجر تو اس وقت ملے گا جب قرض خواہ قرض واپس لینے کی مدت ختم ہونے سے پہلے اس کی میعاد بڑھادی لیکن اگر مدت ختم ہونے کے بعد اس میں مزید مہلت دی جائے تو اسکے لئے اسے دوگنا اجر ملے گا۔ (مسند احمد)

اللہ تعالیٰ سورۃ آل عمران:130 میں فرماتا ہے:

(ترجمہ) اے ایمان والو بڑھا چڑھا کر سود نہ کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ تمھیں نجات ملے

سورۃ البقرۃ کی آیتیں ہجرت کے آٹھویں سال نازل ہوئیں، اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظر صحابہ کرامؓ اس بارے میں بہت چوکنے رہتے تھے، جب آپ ﷺ نے الوداعی خطبہ میں فرمایا کہ سود کے احکام مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلم مقروضوں پر بھی لاگو کئے جائیں تو اس وقت بہت سارے غیر مسلم آپ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ کے مقروض تھے حضرت عباسؓ نے انکو نہ صرف سود معاف کردیا بلکہ ان سے اصل رقم بھی نہ لی سبحان اللہ صحابہ کرامؓ اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے کس قدر اپنے سر کو جھکانے والے تھے۔

حضرت محمد ﷺ نے اپنے صحابہ کرامؓ سے کہا کہ اپنے آپ کو سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے

بچاؤ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ وہ کون سی سات چیزیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

۱- اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا۔ ۲- جادو کرنا۔

۳- بغیر حق کے کسی کو قتل کرنا۔ ۴- سود کھانا۔

۵- یتیم کے مال کو ناحق کھانا۔ ۶- جنگ کے میدان سے ڈر کر بھاگنا۔

۷- کسی پاکدامن عورت پر تہمت لگانا۔ (بخاری، مسلم)

حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس شخص کی بربادی ہو جو سود لیتا ہے اسی طرح اس پر بھی لعنت ہو جو سود دیتا ہے، اس آدمی کی بھی بربادی ہو جو سود کا لین دین لکھتا ہو یا اس کا گواہ بنتا ہے، ان تمام کا گناہ برابر کا ہے۔ (مسلم)

معراج کے سفر میں جب آپ ﷺ ساتویں آسمان پر پہنچے تو آپ کا گذر کچھ لوگوں کے پاس سے ہوا جن کے پیٹ پھول کر اتنے بڑے ہو گئے تھے کہ ایک رہنے والے گھر کی طرح نظر آرہے تھے، ان تمام کے پیٹوں میں سانپ بھرے ہوئے تھے جو باہر سے صاف نظر آرہے تھے، آپ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو سود کے کاروبار میں ملوث تھے۔ (مسند احمد)

مسلم علمائے اقتصادیات اور مسلم ممالک کی حکومتوں کو چاہئے کہ وہ ایک اسلامی بینک کا نظام قائم کریں، تاکہ مسلمان سودی لین دین سے بچ جائیں، یہ کام علماء کی تحقیق حکومت کے کارندوں کے تعاون اور عوام کی مخلصانہ دلچسپی اور مدد سے ہی انجام پا سکتا ہے۔

اس وقت صرف چند ممالک میں ایسے بنک اور ادارے موجود ہیں جو قانونی طور پر لوگوں سے سود سے پاک بینکنگ کا نظام دے سکے ہیں، اور بغیر سود کے لوگوں کا پیسہ کاروبار میں لگا رہے ہیں، مثلاً امریکہ میں North American Islamic Trust امریکی قوانین کے مطابق قائم کیا گیا ہے، اور یہ ادارۃ حتی المقدور اسلامی قانون کے مطابق اپنا کام چلاتا ہے، تقریباً بیس سال سے اسکا کام چل رہا ہے، اسی طرح کینیڈا میں ایک ادارہ چل رہا ہے، جو Canada اور اسلام کے قوانین کے مطابق قائم دائم ہے، علاوہ ازیں سعودی عرب کے بنک بھی اپنے گاہکوں کو سود کی بجائے کھاتے میں منافع کا حصہ دار بناتے ہیں اور ان میں مضاربہ کا نظام رائج ہے۔

بدقسمتی سے مسلمانوں کو اس قسم کے اداروں کے بارے میں جب بتایا جاتا ہے تو وہ ان سے عدم

دلچسپی کا اظہار کرتے ہیں اور ان پر اعتماد نہیں کرتے۔

یہ کوئی مثبت قدم نہیں ہے، مسلمانوں کو چاہئے کہ کم از کم ایسے اداروں سے تحریری معلومات حاصل کریں اور ٹھنڈے دماغ سے غور وفکر کرنے کے بعد ان کو ترقی دینے میں ہاتھ بٹائیں، عوام کی تائید اور تعاون کے بغیر کوئی بھی منصوبہ کامیاب نہیں ہوسکتا، اگر ہم اس طرح کے اسلامی بینکوں اور اداروں سے آنکھ بند کرلیں گے اور اس طرح کے نامی اداروں سے تعاون نہ کریں، اور فضول عذر پیش کرتے ہوئے سودی بینکوں کا ساتھ دیتے رہیں۔ یہ ایک بہت بڑا گناہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہمت اور توفیق دے کہ ہم اس طرح کی اسلامی کوششوں سے تعاون کریں، اور غیر اسلامی گندے نظام سے باہر آنے کی کوشش کریں۔ (آمین)

قارئین کی معلومات کے لئے ہم یہاں حاشیہ میں ایک اسلامی ادارہ کا پتہ دے رہیں ہیں جو اسلامی طور پر بینک کا نظام قائم کئے ہوئے ہے۔

For reader's interest
North American Islamic Trust
Address: 745 Mc Clintock Drive, Suite 114 Burr Ridge.
IL 60521-0857 U.S.A.
Phone (630) 789-9191 Fax (630) 789-9455

Email: info@nait.net

نبیوں کے ساتھ لوگوں نے کیا کیا؟

اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کے پاس نبی بھیجے تاکہ ان کو ہدایت ملے۔ سورۃ النحل: 36

(ترجمہ) اور ہم نے ہر قوم کی طرف رسول بھیجا کہ تم سب لوگ اللہ کی عبادت کرو۔ اور طاغوت کی بندگی سے اجتناب کرو۔

اسی طرح سورۃ الفاطر: 24 میں کہا گیا ہے:

(ترجمہ) ایسی کوئی قوم نہیں ہے جسمیں ہمارا کوئی نہ کوئی رسول نہ آیا ہو۔

سورۃ الرعد: 6 میں کہا گیا:

(ترجمہ) ہم نے ہر ایک قوم کے لئے ایک ہدایت دینے والا بھیجا۔

ان تمام رسولوں نے ایک پاکیزہ پر اور باوقار زندگی گزارنے کی تعلیم دی۔ رسولوں نے اپنی قوم سے کوئی اجرت یا بدلہ نہیں مانگا، بلکہ ہمیشہ بلا معاوضہ انسانیت کی خدمت کرتے رہے۔ جیسا کہ حضرت لوط علیہ السلام نے کہا۔ الشوریٰ: 164

(ترجمہ) میں اسکے لئے تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا مجھے اجر دینے کی ذمہ داری تو اس ذات پر ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

انبیاء کی بے لوث خدمت کے باوجود ان کی قوموں کا رویہ نہایت افسوس ناک رہا، مثلاً حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ نوسو پچاس سال رہے، جسمیں سے نوسو دس سال تک وہ لوگوں کو ڈراتے اور دعوت دیتے رہے۔ دیکھئے سورۃ نوح: 12-5

(ترجمہ) (نوح علیہ السلام نے) کہا اے میرے پروردگار! میں نے اپنی قوم کو رات دن تیری طرف بلایا ہے، مگر میرے بلانے سے یہ لوگ اور زیادہ بھاگنے لگے، میں نے جب کبھی انہیں تیری بخشش کے لیے بلایا انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیں اور اپنے کپڑوں سے چہرے ڈھانک لئے اور اپنی ضد پر اڑ جاتے اور بہت زیادہ تکبر کرتے۔

پھر میں نے انہیں بآواز بلند بلایا، اور بیشک میں نے ان سے علانیہ کہا اور چپکے چپکے بھی، اور میں نے کہا کہ اپنے رب سے اپنے گناہ بخشواؤ (اور معافی مانگو) وہ یقیناً بڑا بخشنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش برسائے گا، اور تمہیں خوب مال اور اولاد میں ترقی دے گا، اور تمہارے لئے باغات اور نہریں بنائے گا۔

یہ آیتیں بتاتی ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام دن اور رات دعوت دیتے رہے، علانیہ اور پوشیدہ طور پر، سرعام بھی اور خاموشی سے بھی، اور ان سے یہی کہتے رہے کہ اللہ سے معافی مانگو اپنے گناہوں پر ندامت کا اظہار کرو، اللہ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے، مثال کے طور پر جب تم معافی مانگو گے اور توبہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل کرے گا، جو اسکے رحم وکرم کا اظہار ہوگا، بارش ہی کی وجہ سے فصل اور غلہ اگتا ہے پھر دولت اور فارغ البالی نصیب ہوتی ہے۔

لوگوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کے جواب میں بہت ہی مضحکہ خیز باتیں کیں، اپنے کانوں میں اپنی انگلیاں ٹھونس لی، حضرت نوح علیہ السلام کو یہ جتاتے ہوئے کہ ہم آپ کی بات سننا بھی نہیں چاہتے، آپ چاہے جو کہیں ہمیں اس سے کوئی مطلب نہیں، بعض لوگوں نے اپنے پورے جسم کو کپڑے میں چھپالیا تاکہ یہ ظاہر ہو کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کی بات سننا ہی نہیں چاہتے، یہ انکار کی انتہائی بھونڈی شکل تھی، حضرت نوح علیہ السلام کی خیر خواہی کے باوجود وہ لوگ آپ پر ہر طرح کے ظلم وستم کرتے رہے، جیسا کہ امام ضحاک نے نقل کیا حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں، کہ حضرت نوح علیہ السلام کو انکی قوم دعوت حق کے جواب میں اتنا مارتی کہ آپ نڈھال ہو کر بے ہوش ہو جاتے، اور زمین پر گر پڑتے، لوگ ان کو مردہ سمجھ کر کمبل میں لپیٹ کر پھینک دیتے، لیکن حضرت نوح علیہ السلام ہوش میں آتے ہی اللہ تعالیٰ سے اپنی قوم کی مغفرت کی دعا کرتے، کیونکہ وہ انہیں نا سمجھ سمجھتے تھے اس طرح آپ اپنی قوم کو تین نسلوں تک سمجھاتے رہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت لمبی عمر دی تھی، آپکی عمر ایک معجزہ تھی، حضرت نوح علیہ السلام ایک نسل گذر جانے کے بعد سوچتے کہ ہوسکتا ہے دوسری نسل ایمان لے آئے، لیکن بعد میں آنے والی نسل انکار میں گذشتہ نسل سے بھی آگے نکل جایا کرتی تھی، آپکی نوسو پچاس سال کی عمر کے دوران بہت کم لوگوں نے آپکی بات مانی۔

عموماً غریب کمزور اور نچلے طبقے کے لوگ ہی ہدایت کو جلد قبول کرتے جبکہ امراء ایسے غریبوں اور فقیروں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا تک پسند نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے سورۃ الشوریٰ:115-111

(ترجمہ) قوم نے جواب دیا کہ کیا ہم تجھ پر ایمان لائیں! تیری تابعداری تو رذیل لوگوں نے کی ہے۔ آپ نے فرمایا! مجھے کیا خبر کہ وہ پہلے کیا کرتے رہے؟۔ ان کا حساب تو میرے رب کے ذمہ ہے اگر تمہیں شعور ہو تو۔ میں ایمان والوں کو دھکے دینے والا نہیں۔ میں تو صاف طور پر ڈرانے

والا ہوں۔

یہاں پر ایک واقعہ کا ذکر کرنا مفید ثابت ہوگا وہ یہ کہ حبشہ کے بادشاہ نے حضرت جعفرؓ سے سوال کیا کہ محمد ﷺ کی باتوں کو کونسے لوگ زیادہ مان رہے ہیں؟ حضرت جعفرؓ نے کہا زیادہ تر غریب لوگ، یہ سن کر حبشہ کے بادشاہ نے اندازہ لگالیا کہ آپ سچے اور صحیح اللہ کے رسول ہیں، کیونکہ اس سے پہلے کے رسولوں کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے۔

امیروں کے کردار کو مندرجہ ذیل آیت میں بیان کیا گیا ہے۔سورۃ سبأ :34-35

(ترجمہ) اور ہم نے تو جس بستی میں جو بھی آگاہ کرنے والا بھیجا وہاں کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا کہ جس چیز کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو ہم اس کے ساتھ کفر کرنے والے ہیں۔ اور کہا ہم مال واولاد میں بہت بڑھے ہوئے ہیں یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم عذاب دیے جائیں۔

ان امیروں کی سرکشی پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔سورۃ سبأ :37

(ترجمہ) اور تمہارے مال اور اولاد ایسے نہیں کہ تمہیں ہمارے پاس (مرتبوں سے) قریب کردیں ہاں جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان کے لیے ان کے اعمال کا دوہرا اجر ہے، اور وہ نڈر و بے خوف ہو کر بالا خانوں میں رہیں گے۔

انسان یہ سوچتا ہے کہ اگر وہ اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر کسی دوسرے دین کو قبول کرے تو یہ ہمارے آباواجداد کی اہانت اور بے عزتی کا باعث ہوگا، اسی ایک بڑی ذہنی رکاوٹ کی وجہ سے لوگ اللہ کی ہدایت سے دور رہے ہیں، دیکھیے سورۃ البقرۃ:170

(ترجمہ) اور ان سے جب کبھی کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب کی تابعداری کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اس طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا، گو ان کے باپ دادے بے عقل اور گم کردہ راستے پر چلنے والے تھے۔

وہ لوگ جو سچ کے متلاشی ہوتے ہیں وہ تمام طرح کی رکاوٹوں اور تعصبات کو چھوڑ کر صداقت کو قبول کرلیتے ہیں۔ اور ایسے ہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ سیدھے راستے کی رہنمائی کرتا ہے۔سورۃ العنکبوت:69

(ترجمہ) جو لوگ ہمارا راستہ تلاش کرنے کی کوشش اور محنت کرتے ہیں ہم تو ضرور انہیں اپنے راستے دکھائیں گے۔جان لو کہ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اکثر پیغمبر کسی خاص قوم یا وقت یا علاقے کے لئے مخصوص تھے، جبکہ حضرت محمد ﷺ پوری انسانیت کے لئے بھیجے گئے تھے۔ سورۃ سبا: 28

(ترجمہ) اے نبی ہم نے تم کو دنیا کے تمام لوگوں کے لئے خوشخبری والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔

آپ کا لایا ہوا پیغام باقی رہے گا۔ سورۃ الحجر: 9

(ترجمہ) ہم نے ہی قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی اسکی حفاظت کریں گے۔

اسلئے اب حضرت محمد ﷺ کے بعد دوسرے کسی نبی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے کہا کہ اللہ نے مجھے پانچ قسم کے تحفے دیئے ہیں، جو اس سے قبل کسی نبی کو نہیں ملے:

(۱) اللہ نے میری شخصیت میں ایسا رعب رکھا ہے کہ دشمن مجھے دیکھ کر ہیبت کھا جاتا ہے، اور وہ رعب اسکے دلوں میں ایک ماہ تک رہتا ہے۔

(۲) اللہ نے میری امت کے لئے پوری زمین کو مسجد بنا دیا ہے۔ (بشرطیکہ وہ پاک وصاف ہو) اللہ نے صاف ستھری دھول کو میری امت کے لئے وضو کا ذریعہ بنا دیا اگر پانی نہ ملے (یعنی تیمم کی اجازت ہے)۔

(۳) میری امت کے لئے جنگ کا مال غنیمت حلال بنا دیا گیا ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے قیامت کے روز شفاعت کبریٰ کے لئے مجھے چنا ہے۔

(۵) دوسرے انبیاء ایک خاص علاقے اور خاص قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے، میں تمام انسانیت کے لئے رسول ہوں حتیٰ کہ جنوں اور پوری کائنات کا نبی ہوں۔ (بخاری، مسلم)

ہم کتنے خوش نصیب ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ میں پیدا کیا ہے، حضرت مصعب بن سعیدؓ کہتے ہیں کہ قرآن کی درج ذیل دعا کرنے والے ہم لوگ ہی ٹھہرتے ہیں۔ دیکھئے سورۃ الحشر: 10

(ترجمہ) اور (ان کے لیے) جو ان کے بعد آئیں جو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ایمان داروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (اور دشمنی) نہ ڈال، اے ہمارے رب بیشک تو شفقت ومہربانی کرنے والا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے تھے، جبکہ یہ دونوں پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔

یہودی اور عیسائی حضرت سلیمان علیہ السلام کو پیغمبر نہیں مانتے، بلکہ صرف ایک بادشاہ مانتے ہیں۔ قرآن میں یہ صاف طور پر بیان کیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے۔ سورۃ النساء: 163

(ترجمہ) یقیناً ہم نے آپ کی طرف اسی طرح وحی کی ہے جیسے کہ نوح علیہ السلام اور ان کے بعد والے نبیوں کی طرف کی، اور ہم نے وحی کی ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف۔ اور ہم نے داود (علیہم السلام) کو زبور عطا فرمائی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام بچپن ہی سے بہت زیادہ ذہین اور فیصلہ کرنے کے ماہر تھے۔ دیکھئے سورۃ الأنبیاء: 79-78

(ترجمہ) اور داود اور سلیمان (علیہما السلام) کو یاد کیجئے جبکہ وہ کھیت کے معاملہ میں فیصلہ کر رہے تھے کہ کچھ لوگوں کی بکریاں رات کو اس میں چر چگ گئی تھیں، اور ان کے فیصلے میں ہم موجود تھے، ہم نے اس چیز کی سمجھ حضرت سلیمان کو دے دی تھی، ان تمام کو ہم نے حکومت اور علم دیا تھا، ہم نے داؤد علیہ السلام کو پہاڑوں کو قبضے میں کرنے کی طاقت دی تھی، وہ آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے تھے، اسی طرح پرندے بھی، ہمارے لئے ایسا کرنا کوئی مشکل نہیں ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ دو آدمی حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس آئے اور اپنا جھگڑا بیان کرنے لگے، مدعی کہنے لگا کہ اس آدمی کی بھیڑوں نے میرے کھیت کی ساری فصل تباہ کر دی، حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا کہ اس آدمی کی فصل کی قیمت دوسرے آدمی کے مینڈھیوں کے قیمت کے برابر ہے، اسلئے مدعی اس آدمی کی ساری مینڈھیں لے لے، یہ اسکی فصل تباہ ہونے کا معاوضہ ہوگا۔ اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام گیارہ سال کے تھے، اور اپنے والد کے قریب ہی بیٹھے ہوئے تھے، سلیمان علیہ السلام نے عرض کیا یہ فیصلہ تو ٹھیک ہے، مگر میرا مشورہ یہ ہے کہ اس آدمی کی مینڈھیاں اس دوسرے آدمی کو عارضی طور پر دی جائیں، یہ آدمی ان کے دودھ اور اون استعمال کرے، اس دوران میں دوسرا آدمی اسکے کھیت میں کام کرے یہاں تک کہ فصل پہلے

کی طرح ہو جائے۔ پھر اس وقت کھیت کے مالک کو کھیت دے دیا جائے اور مینڈھیوں کے مالک کو مینڈھیاں واپس دے دی جائیں، حضرت داؤد علیہ السلام اپنے بیٹے کے اس مدبرانہ فیصلے سے بہت خوش ہوئے۔

امام بغوی کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی جب موت آئی تو اس وقت سلیمان علیہ السلام کی عمر ۱۳ سال تھی، اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد کی سلطنت اور نبوت دونوں حضرت سلیمان کو عطا کر دی، پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے چالیس سال تک حکومت کی، اور اپنی حکومت کے چوتھے سال بیت المقدس کو تعمیر کرنا شروع کیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی بہت سارے غیر معمولی فضائل سے نوازا جس میں سے کچھ ہم یہاں بیان کریں گے۔

۱۔ اپنے والد حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح آپ بھی جانوروں اور پرندوں کی بولیاں سمجھ لیتے تھے۔ سورۃ النمل: 15-16

(ترجمہ) اور ہم نے یقیناً داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کو علم دے رکھا تھا، اور دونوں نے کہا، تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں اپنے بہت سے ایمان دار بندوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ اور داود علیہ السلام کے وارث سلیمان علیہ السلام ہوئے اور کہنے لگے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہمیں ہر طرح کی چیزیں عطا کی گئی ہیں، بیشک یہی ہے اللہ کا نمایاں فضل۔

۲۔ ہواؤں کو اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا تھا۔ سورۃ الأنبیاء: 81

(ترجمہ) ہم نے تند و تیز ہوا کو سلیمان (علیہ السلام) کے تابع کر دیا جو اس کے فرمان کے مطابق اس زمین کی طرف چلتی تھی جہاں ہم نے برکت دے رکھی تھی۔

سورۃ ص: 36

(ترجمہ) ہم نے ہواؤں کو ان کے قبضے میں دیا تھا، وہ ان ہی کے حکم سے چلتی تھی بڑی نرمی کے ساتھ وہ جہاں چاہتے تھے اس کو پہنچا دیتے تھے۔

سورۃ سبأ: 12

(ترجمہ) ہوائیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے مسخر تھیں ایک مہینہ کا سفر صبح کے وقت یا صرف شام کے وقت طے کر لیا کرتے تھے۔

یہاں پر قرآن نے تین چیزیں بتائی ہیں۔

(أ)- ہواؤں پر آپ کو مکمل اختیار تھا۔

(ب)- بہت تیز ہوائیں بھی آپ کے لئے بہت ہی آرام دہ اور پر سکون رفتار سے چلتیں۔

(ت)- آرام دہ رفتار کے باوجود ہواؤں کے ذریعے وہ مہینوں کا سفر ایک دن میں طے کرلیا کرتے تھے، اسی طرح ایک مہینہ کا سفر صرف ایک شام میں طے کرلیا کرتے تھے۔

۳- حضرت سلیمان علیہ السلام کو عظیم الشان عمارات اور بڑے بڑے قلعے بنانے کا بہت شوق تھا، اللہ نے انکے لئے پگھلے ہوئے تانبے کے چشمے نکال کر عمارات بنانے کا عمل آسان کردیا۔ سورۃ سبأ: 12

(ترجمہ) اور ہم نے سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا کو مسخر کردیا کہ صبح کی منزل اس کی مہینہ بھر کی ہوتی تھی اور شام کی منزل بھی اور ہم نے ان کے لیے تانبے کا چشمہ بہادیا، اور اس کے رب کے حکم سے بعض جنات اس کی ماتحتی میں اس کے سامنے کام کرتے تھے اور ان میں سے جو بھی ہمارے حکم سے سرتابی کرتا ہم اسے بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کا مزہ چکھاتے تھے۔

۴- حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت کی چوتھی خصوصیت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے تمام جانوروں پرندوں اور جنوں کو ان کے قبضے میں دے رکھا تھا، کیونکہ سلیمان علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی تھی کہ انھیں ایسی حکومت دی جائے کہ انکے بعد ایسی حکومت کسی کو نہ ملے۔ سورۃ ص: 35

(ترجمہ) حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب تو مجھے معاف کردے اور مجھے ایسی بادشاہت دے جو میرے بعد کسی کو سزاوار نہ ہو بے شک تو ہی عطا کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی جیسا کہ اوپر مذکور ہے جنات حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہر قسم کے کام کردیا کرتے تھے۔ سورۃ سبأ: 13

(ترجمہ) جو کچھ سلیمان چاہتے وہ جنات تیار کردیتے مثلاً قلعے اور مجسمے اور حوضوں کے برابر لگن اور چولہوں پر جمی ہوئی مضبوط دیگیں، اے آل داؤد اس کے شکریہ میں نیک عمل کرو، میرے بندوں میں سے بہت کم لوگ شکر گذار ہوتے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک اہم کام جنوں کو سپرد کیا وہ یہ کہ وہ مسجد اقصیٰ کی تعمیر کریں، جو بہت عظیم الشان اور وسیع وعریض عمارت ہو یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ جس طرح حضرت ابراہیم

نے مکہ میں کعبہ کی تعمیر نو کی تھی اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر نو کی تھی۔

ایک مرتبہ حضرت ابوذر غفاریؓ نے حضرت محمد ﷺ سے پوچھا کہ دنیا میں سب سے پہلے کونسی مسجد بنی ہے؟ آپ نے کہا: مسجد حرام، حضرت ابوذرؓ نے پوچھا کونسی مسجد اسکے بعد تعمیر ہوئی آپ ﷺ نے کہا: مسجد اقصیٰ، ابوذر غفاریؓ نے پوچھا دونوں کے درمیان کتنے وقت کا فاصلہ ہے؟ آپ نے کہا: چالیس سال۔

۵-ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹیوں کی بات چیت سنی جسکا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ سورۃ النمل: 19-17

(ترجمہ) (اور ایک مرتبہ) سلیمان علیہ السلام کے سامنے ان کے تمام لشکر جو جنات، انسان اور پرندوں پر مشتمل تھے جمع کیے گئے (ہر ہر قسم کی) الگ الگ درجہ بندی کردی گئے۔ جب وہ چیونٹیوں کے میدان میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا اے چیونٹیو! اپنے اپنے گھروں میں گھس جاؤ، ایسا نہ ہو کہ بےخبری میں سلیمان علیہ السلام اور اسکا لشکر تمہیں روند ڈالے۔ اس کی اس بات سے حضرت سلیمان علیہ السلام مسکرا کر ہنس دیئے اور دعا کرنے لگے کہ اے پروردگار! تو مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر انعام کی ہیں، اور میرے ماں باپ پر اور میں ایسے نیک اعمال کرتا رہوں جن سے تو خوش رہے مجھے اپنی رحمت سے نیک بندوں میں شامل کرلے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے معجزوں کو بیان کیا ہے، کہ سوچئے کہ وہ ایک انتہائی چھوٹی مخلوق چیونٹی کی آواز کو بھی بہت دور سے سن اور سمجھ سکتے تھے، ان معجزات سے ہمارا ایمان اور قوی ہوتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت طاقتور ہیں اور وہ اپنے چنے ہوئے بندوں پر طرح طرح کے انعام واکرام کرتے ہیں چیونٹیوں کے اس قصہ میں اللہ تعالیٰ کی کئی نشانیاں ہیں، اس اہمیت کی وجہ سے اس سورۃ کا نام سورۃ النمل رکھ دیا گیا، (النمل کے معنی: چیونٹی کے ہیں)۔

یہاں پر یہ چیز بھی قابل ذکر ہے کہ بائبل کا ترجمہ کرنے والوں نے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں بہت سارے من گھڑت نازیبا اور قابل شرم واقعات نقل کئے ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام ترجمہ کرنے والوں کو قرآن کی تعلیمات سیکھنے سمجھنے اور ماننے کی توفیق دے۔ (آمین)

ملکۂ سبأ

علامہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یمن کے کسی بھی بادشاہ کو سبأ کہا جاتا تھا انھوں نے تقریباً ایک ہزار سال وہاں حکومت کی تھی، ملکۂ سبأ ان ہی میں سے ایک تھی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے ۹۵۰ سال قبل سبأ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاتھوں اپنی شکست تسلیم کر لی، سبأ کا پورا نام قرآن نے نہیں بتایا نہ ہی یہ بتایا کہ وہ یمن کے کس حصے میں حکومت کرتی تھی، ہاں یہودیوں کے ہاں سبأ کا نام بلقیس بتایا جاتا ہے۔ قرآن نے سبأ کی کہانی کا چھوٹا سا حصہ بیان کیا ہے جو کہ انسانیت کے لئے نہایت سبق آموز ہے۔

انسانی فوجیں جانور پرندے جنات وغیرہ ہر روز آ کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے حاضری دیا کرتے تھے، اور آپکی خدمت بجالاتے، ایک روز حضرت سلیمان علیہ السلام تمام مخلوقات کی حاضری لے رہے تھے، اس وقت ہدہد کو غیر حاضر پایا، آپ علیہ السلام نے فرمایا اگر ہدہد نے اپنی غیر حاضری کی کوئی معقول وجہ نہ بتائی تو اسے بڑی سزا دوں گا یا قتل کر دوں گا، اسی دوران ہدہد دربار میں آ پہنچا، اور بڑی انکساری سے حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہنے لگا: میں ایک اہم معلومات آپ کے لئے لایا ہوں جسکو آپ نہیں جانتے، ہدہد نے مزید کہا یمن میں ایک ملکہ ہے جو بہت امیر ہے جسکا تخت بہت ہی عظیم اور انوکھا ہے، شیطان نے اسکو اور اسکی رعایا کو گمراہ کر رکھا ہے، وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر سورج کی پوجا کرتے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا ٹھیک ہے میں دیکھتا ہوں تمہاری بات کتنی صحیح اور کتنی غلط ہے، یہ خط لو اور اس تک لے جاؤ دیکھو وہ کیا کہتی ہے، ملکۂ سبأ خط ملتے ہی پڑھنے لگی، پھر اپنے درباریوں سے کہا: دیکھو یہ خط حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے آیا ہے، اسمیں لکھا ہے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، مجھ سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرنا اور سرکشی نہ کرنا بلکہ اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے میرے پاس آ جاؤ" ملکہ نے اپنے وزیروں سے کہا "تم جانتے ہو میں تمہارے مشورے کے بغیر کوئی کام نہیں کرتی مجھے بتاؤ کہ اس خط کا کیا جواب دوں" مشیروں نے کہا "آپ فکر نہ کریں آپ اچھی طرح جانتی ہیں کہ ہم بہت طاقتور ہیں، آپ جو بھی حکم دیں گے ہم حاضر ہیں" ملکۂ سبأ نے مشیروں سے کہا "یہ بات سچ ہے کہ ہمارے پاس بہت طاقت ہے پھر بھی ہمیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے خلاف کچھ کرنے کے بارے میں بہت محتاط رہنا چاہئے، پہلے تو ہمیں حضرت سلیمان علیہ السلام کی طاقت کا

اندازہ لگا لینا چاہئے، ہم کچھ قیمتی تحفے ہمارے ایلچیوں کے ذریعے بھیج کر دیکھتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام کیا کرتے ہیں؟ اس طرح ہم ان کی طاقت کے ساتھ ساتھ ان کے ذہن کا اندازہ بھی لگا سکتے ہیں، اگر ان سے جنگ شروع کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ سلیمان علیہ السلام ہم سے زیادہ طاقت والے ہیں تو ان سے لڑائی مول لینا مناسب نہیں کیونکہ فاتح جب کسی شہر میں گھستے ہیں تو اسکو برباد کر دیتے ہیں اور وہاں کی رعایا کو بے عزت کرتے ہیں، اسلئے کسی تکلیف میں پھنسنے سے ہمیں بچنا چاہئے۔"

جب ملکہ سبأ کے ایلچیوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو تحفے تحائف دیئے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا" تم اور تمہاری ملکہ نے میرے خط کا مطلب سمجھا ہی نہیں، مجھے یہ قیمتی تحفے نہیں چاہییں، انہیں واپس لے جاؤ اللہ نے مجھے اس سے کہیں عظیم نعمتیں دے رکھی ہیں، جاؤ اپنی ملکہ سے میری اطاعت کی بات کہو! جلدی کرو!، اگر وہ ایسا نہ کرے گی تو میں اپنی فوج لیکر آتا ہوں، جان لو تم میری فوج کا کبھی مقابلہ نہ کرسکو گے، ہم تم سب کو تمہارے ملک سے نکال کر بے عزت کر دیں گے۔"

ملکۂ سبأ کے آدمیوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ دھمکی بھرا پیغام اسکو پہنچا دیا، اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی طاقت بھی بتادی، یہ بھی بتا دیا کہ انسانوں کے علاوہ جانوروں پرندوں جنوں وغیرہ پر بھی حکومت کرتے ہیں، ملکۂ سبأ سمجھ گئی اب تو حضرت سلیمان علیہ السلام سے جنگ کرنا اپنے ہی پیروں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف ہوگا، اس نے اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے اپنے آپ کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے حوالے کرنے کا فیصلہ کرلیا، اور حضرت سلیمان علیہ السلام سے ملنے نکل پڑی، اللہ نے اسکی آمد کی خبر حضرت سلیمان علیہ السلام کو وحی کے ذریعے کردی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں سے کہا: میں چاہتا ہوں کہ ملکۂ سبأ کا تخت لایا جائے، اور اسکے سامنے پیش کیا جائے یہ کام کون کرے گا، ایک بہت طاقتور جن نے کہا آپ کے یہاں سے اٹھنے سے پہلے پہلے میں اسکا تخت اٹھا کر یہاں لاسکتا ہوں، دوسرا جن جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہنے لگا کہ آپ کی آنکھوں کی پلک جھپکا کر کھولنے سے پہلے پہلے یہ کام کرسکتا ہوں، حضرت سلیمان علیہ السلام دوسرے لمحے مڑ کر دیکھتے ہیں کہ سبأ کا تخت موجود تھا، حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس بات پر اللہ کا شکر ادا کیا، کہ ان پر اللہ کے کتنے احسانات ہیں، اللہ کے پیغمبر ایسے معجزوں پر بھی

فخر نہیں کرتے تھے بلکہ اللہ کی قدرت کے آگے اپنی بے کسی اور کمتری کا اعتراف کرتے تھے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ اسکے تخت میں تھوڑی سی تبدیلی کر دی جائے، کیونکہ آپ علیہ السلام سبا کی ذہانت دیکھنا چاہتے تھے کیا سبأ اپنے تخت کو پہچان سکتی ہے یا نہیں، سبأ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں پہنچی تو آپ علیہ السلام نے پوچھا کیا یہ تمہارا تخت ہے؟ اس نے اسکو بغور دیکھا پھر کہا یہ لگتا تو ویسا ہی ہے، پھر مزید کہنے لگی میں آپکی طاقت وسطوت سے بخوبی واقف ہوں، بہرحال میرا تخت اتنی جلدی یہاں تک اٹھوا کر لے آنا یہ آپکی مزید برتری کی علامت ہے، میں اپنی بادشاہت کے ساتھ اپنے آپ کو آپکی اطاعت میں دیتی ہوں، اسکا یہ کہنا اس بات کا صاف اعتراف تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا پیغام اس نے قبول کر لیا ہے۔ اس طرح سبأ نے سلیمان علیہ السلام کی برتری مان لی۔ لیکن اسے اللہ تعالیٰ کی برتری کا احساس نہ ہوا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکۂ سبأ کو ایک دوسرے امتحان میں ڈال دیا، کیونکہ وہ ملکۂ سبأ کو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور برتری دکھانا چاہتے تھے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنوں کو ایک عظیم الشان محل بنانے کو کہا اسکا فرش شفاف کانچ کا بنایا گیا، قریب ہی پانی کا ایک چشمہ بنا دیا گیا، محل کچھ اس طرح کا بنا تھا کہ اسکے فرش میں چشمے کا عکس بن رہا تھا اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ پورے فرش پر پانی بہہ رہا ہے، سبأ کو اس محل کی تفریح کے لئے لے جایا گیا جیسے ہی وہ اسمیں داخل ہوئی اس نے اپنے لباس کو پنڈلیوں سے اٹھا لیا تاکہ بھیگ نہ جائے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا یہ تو حقیقت میں پانی نہیں یہ تو صرف عکس ہے، سبأ سمجھ گئی کہ یہ سب کچھ حضرت سلیمان علیہ السلام کو کسی بڑی طاقت (اللہ) کے باعث کرتے ہیں، اتنا سوچ کر کہہ پڑی کہ میں بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح اس پوری کائنات کے رب پر ایمان لاتی ہوں، اور مسلمان ہو گئی، یعنی اللہ تعالیٰ کی برتری کا اعتراف کر لیا، یہی بات حضرت سلیمان نے اپنے خط میں لکھی تھی۔ اس نے اپنی سلطنت کو بھی حضرت سلیمان کے قبضے میں دے دیا، کئی علماء کا کہنا ہے کہ ملکۂ سبأ نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے شادی بھی کر لی تھی، تاہم قرآن وحدیث میں ایسا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

اللہ تعالیٰ نے ملکۂ سبأ کی کہانی انتہائی مختصر اور دلنشیں انداز میں سورۃ النمل: 44-20 میں بیان کیا ہے:

(ترجمہ) آپ نے پرندوں کا جائزہ لیا اور فرمانے لگے یہ کیا بات ہے کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھتا؟

کیا واقعی وہ غیر حاضر ہے؟، یقیناً میں اسے سخت سزا دوں گا، یا اسے ذبح کر ڈالوں گا، یا میرے سامنے کوئی صریح دلیل بیان کرے۔ کچھ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ ہدہد نے آ کر کہا میں ایک ایسی چیز کی خبر لایا ہوں کہ تجھے اس کی خبر ہی نہیں، میں سبأ کی ایک سچی خبر تیرے پاس لایا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ ان کی بادشاہت ایک عورت کر رہی ہے جسے ہر قسم کی چیز سے کچھ نہ کچھ دیا گیا ہے، اور اس کا تخت بھی بڑی عظمت والا ہے۔ میں نے اسے اور اس کی قوم کو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہوئے پایا، شیطان نے ان کے کام انہیں بھلے کر کے دکھلا کر صحیح راہ سے روک دیا ہے پس وہ ہدایت پر نہیں آتے۔ کیوں نہیں اس اللہ کو سجدہ کرتے جو آسمانوں اور زمینوں کی پوشیدہ چیزوں کو باہر نکالتا ہے، اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو وہ سب کچھ جانتا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہی عظمت والے عرش کا مالک ہے۔ سلیمان نے کہا، اب ہم دیکھیں گے کہ تو نے سچ کہا ہے یا تو جھوٹا ہے۔ میرے اس خط کو لے جا کر انہیں دے دے پھر ان کے پاس سے ہٹ آ اور دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔

وہ کہنے لگی اے سردارو! میری طرف ایک باوقعت خط ڈالا گیا ہے۔ جو سلیمان کی طرف سے ہے اور جو بخشش کرنے والے مہربان اللہ کے نام سے شروع ہے۔ یہ کہ تم میرے سامنے سرکشی نہ کرو اور مسلمان بن کر میرے پاس آ جاؤ۔

اس نے کہا اے میرے سردارو! تم اس معاملہ میں مجھے مشورہ دو، میں کسی امر کا قطعی فیصلہ تمہاری موجودگی اور رائے کے بغیر نہیں کیا کرتی۔ ان سب نے جواب دیا کہ ہم طاقت اور قوت والے سخت لڑنے بھڑنے والے ہیں، آگے آپ کو اختیار ہے آپ خود ہی سوچ لیجئے کہ ہمیں آپ کیا کچھ حکم فرماتی ہیں۔

اس نے کہا کہ بادشاہ جب کسی بستی میں گھستے ہیں تو اسے اجاڑ دیتے ہیں اور وہاں کے باعزت لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں، اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے۔ میں انہیں ایک ہدیہ بھیجنے والی ہوں، پھر دیکھ لوں گی کہ قاصد کیا جواب لے کر لوٹتے ہیں؟۔

پس جب قاصد حضرت سلیمان کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا کیا تم مال سے مجھے مدد دینا چاہتے ہو؟ مجھے تو میرے رب نے اس سے بہت بہتر دے رکھا ہے جو اس نے تمہیں دیا ہے پس تم ہی اپنے تحفے سے خوش رہو۔ جاؤ ان کی طرف واپس لوٹ جاؤ، ہم ان (کے مقابلہ) پر وہ لشکر لائیں گے جس کا مقابلہ کرنے کی ان میں طاقت نہیں اور ہم انہیں ذلیل و پست کر کے وہاں سے نکال باہر کریں گے۔

سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اے اہل دربار! تم میں سے کوئی ہے جو اسکے مسلمان ہو کر پہنچنے سے پہلے ہی اسکا تخت مجھے لا دے؟۔ ایک قوی ہیکل جن کہنے لگا اس سے پہلے آپ اپنی جگہ سے اٹھیں میں وہ تخت آپ کے پاس حاضر کردوں گا۔ یقین مانئے کہ میں اس پر قادر ہوں اور ہوں بھی امانت دار۔ جس کے پاس کتاب کا علم تھا وہ بول اٹھا کہ آپ پلک جھپکائیں اس سے بھی پہلے میں اسے آپ کے پاس پہنچا سکتا ہوں، جب آپ نے اسے اپنے پاس موجود پایا تو پکار اٹھے یہ میرے رب کا فضل ہے، تا کہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر گزاری کرتا ہوں یا ناشکری، شکر گزار اپنے ہی نفع کے لئے شکر گزاری کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو میرا پروردگار (بے پروا اور بزرگ) غنی اور کریم ہے۔ حکم دیا کہ اس کے تخت میں کچھ پھیر بدل کرا سے ناقابل شناخت بنا دو تا کہ معلوم ہو جائے کہ یہ راہ پالیتی ہے یا ان میں سے ہوتی ہے جو راہ نہیں پاتے۔ پھر جب وہ آ گئی تو اس سے کہا (دریافت کیا) گیا کہ ایسا ہی تیرا (بھی) تخت ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ گویا وہی ہے، ہمیں اس سے پہلے ہی علم دیا گیا تھا اور ہم مسلمان تھے۔

اور اسے ان معبودوں نے (مسلمان ہونے سے) روک رکھا تھا جن کی وہ اللہ کے سوا پرستش کرتی رہی تھی، یقیناً وہ کافر لوگوں میں سے تھی۔ اس سے کہا گیا کہ محل میں چلی چلو، جسے دیکھ کر یہ سمجھ کر کہ یہ حوض ہے اس نے اپنی پنڈلیاں کھول دیں، فرمایا یہ ایک محل ہے۔ اس میں جڑے ہوئے شیشے ہیں، کہنے لگی میرے پروردگار! میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا، اب میں سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین کی مطیع اور فرمانبردار بنتی ہوں۔

علماء اس بات کو قبول کرتے ہیں کہ سبأ کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو خط لکھا تھا یہ تاریخ میں ایک انفرادی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ علیہ السلام نے انتہائی مختصر انداز میں اللہ کی تعریف لکھی تھی، ساتھ ہی اپنا مختصر تعارف بھی دیا تھا، آپ نے یہ دھمکی بھی لکھی تھی کہ مجھ سے ٹکرانے کی کوشش نہ کرنا، بلکہ شکست تسلیم کرتے ہوئے میری اطاعت قبول کر لینا، خط کا آخری فقرہ نہایت فصیح و بلیغ ہے، جسمیں سبأ کو یہ ہدایت کی گئی تھی کہ تم میرے سامنے سرکشی نہ کرنا اور مسلمان بن کر میرے پاس آجا ۔ انسانی تاریخ میں آج تک کسی نے اتنا مختصر اور فصیح و بلیغ خط نہیں لکھا۔ یہ خط خود اپنے آپ میں ایک معجزہ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ جس کو چاہتا ہے طاقت وقوت، عقل ودانش عجز وانکساری عطا کرتا ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات ایک اہم واقعہ ہے، جو سورۃ کہف میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے، یہ واقعہ اور اس کا پس منظر حضرت ابی بن کعب کی حدیث میں ملتا ہے جسکو امام بخاری نے نقل کیا ہے۔

ایک مرتبہ بنی اسرائیل کے کسی شخص نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ زمین میں اس وقت سب سے زیادہ باعلم شخص کون ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں سب سے بڑا عالم ہوں، اللہ تعالیٰ کو یہ جواب پسند نہ آیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ کہنا چاہئے تھا کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے، اسی بات پر اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تربیت دینا چاہی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کے ساتھ کیا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ایک آدمی ہے جو آپ سے بھی زیادہ عالم ہے، میرا وہ بندہ آپ کو اس جگہ ملے گا جہاں دو سمندر ملتے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بہت شوق ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے اس بندے سے کچھ علم سیکھیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اس بندے سے ملنے کے لئے مزید معلومات دی جائیں، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ایک توشہ دان میں مچھلی رکھ لو اور دونوں سمندروں کے ملنے کی جگہ کی طرف چل پڑو، جہاں تمہاری رکھی ہوئی مچھلی غائب ہوجائے گی وہیں رک جانا، آپ سے زیادہ عالم وفاضل شخص آپ کو وہیں ملے گا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ایک غلام کے ہمراہ سفر شروع کر دیا، جسکا نام یوشع بن نون تھا، جب وہ دونوں ایک چٹان کے پاس پہنچے دونوں آرام کیلئے لیٹ گئے۔

مچھلی توشہ دان سے باہر نکل کر سمندر میں داخل ہوگئی، جس راستے سے مچھلی گئی وہاں ایک سرنگ کی طرح راستہ بن گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غلام نے یہ سب کچھ دیکھا، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتانا بھول گیا کہ کس طرح مچھلی نکل کر بھاگی تھی، دونوں پھر دوبارہ چلنے لگے، ایک دن اور رات پھر چلتے رہے، تھکان کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ساتھی سے کہا مچھلی لاؤ کھانا کھائیں گے، کیونکہ دونوں بھوک سے بے تاب تھے، ساتھی نے کہا: میں تو آپ کو بتانا بھول ہی گیا تھا کہ مچھلی توشہ دان سے اس وقت نکل کر بھاگ گئی تھی، جب ہم چٹان کے پاس آرام کر رہے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا وہی جگہ تو ہماری منزل تھی، جسکو ہم تلاش کر رہے تھے، پس وہ وہاں سے لوٹ پڑے

اور واپس اس چٹان تک آئے، وہیں ان کو حضرت خضر علیہ السلام دکھائی دیئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں سلام کیا، انھوں نے پوچھا کیا تم موسیٰ ہو؟ بنی اسرائیل آپکی قوم ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہاہاں میں اسلئے آیا ہوں کہ آپ سے کچھ علم حاصل کروں، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے درمیان دیر تک گفتگو ہوتی رہی، اس حدیث میں ان دونوں کا پورا مکالمہ موجود ہے، یہی واقعہ سورۃ الکہف:62-82 میں بیان کیا ہے۔

(ترجمہ) جب یہ دونوں وہاں سے آگے بڑھے تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے غلام سے کہا کہ لا ہمارا کھانا دے یقیناً ہمیں اس سفر میں سخت تکلیف اٹھائی پڑی ہے۔ اس نے جواب دیا آپ نے دیکھا (کیا ہوا؟) جبکہ ہم چٹان کے پاس آرام کر رہے تھے اس وقت میں مچھلی کو بھول گیا، دراصل شیطان نے ہی مجھے بھلا دیا کہ میں آپ سے اس کا ذکر کروں، اس مچھلی نے ایک انوکھے طور پر دریا میں اپنا راستہ بنالیا۔ موسیٰ نے کہا یہی تھا جس کی تلاش میں ہم تھے چنانچہ وہیں سے اپنے قدموں کے نشان ڈھونڈتے ہوئے واپس لوٹے۔ پس ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا، جسے ہم نے اپنے پاس کی خاص رحمت عطا فرما رکھی تھی اور اسے اپنے پاس سے خاص علم سکھا رکھا تھا۔ اس سے موسیٰ نے کہا کہ کیا میں تمہارے ساتھ چل سکتا ہوں۔ تاکہ جو دانشمندی آپ کو سکھائی گئی ہے آپ مجھے بھی اس کی تعلیم دیں۔ اس نے کہا آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کر سکتے۔ اور جس چیز کی آپ کو خبر نہ ہو اس پر صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں۔ موسیٰ نے جواب دیا کہ ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور کسی بات میں میں آپ کی نافرمانی نہ کروں گا۔ اس نے کہا اچھا اگر آپ میرے ساتھ ہی چلنے پر اصرار کرتے ہیں تو یاد رہے کسی چیز کی نسبت مجھ سے کچھ نہ پوچھنا جب تک کہ میں خود اس کی نسبت کوئی تذکرہ نہ کروں۔ پھر وہ دونوں چلے یہاں تک کہ ایک کشتی میں سوار ہوئے تو اس نے کشتی میں سوراخ کر دیا موسیٰ نے کہا کیا آپ نے اس میں سوراخ کیا ہے تاکہ کشتی والوں کو ڈبو دیں، یہ تو آپ نے بڑی (خطرناک) بات کر دی۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے تو پہلے ہی تجھ سے کہہ دیا تھا کہ تو میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکے گا۔ موسیٰ نے جواب دیا کہ میری بھول پر مجھے نہ پکڑیے اور مجھے اپنے کام میں تنگی میں نہ ڈالیے۔ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ ایک لڑکے کو پایا، اس نے اسے مار ڈالا موسیٰ نے کہا کہ کیا آپ نے ایک معصوم جان کو بغیر کسی جان کے عوض مار ڈالا؟ بیشک آپ نے تو بڑی ناپسندیدہ حرکت کی۔ وہ کہنے لگے کہ میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ہمراہ رہ کر ہرگز صبر نہیں کر

سکتے۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے جواب دیا اگر اب اس کے بعد میں آپ سے کسی چیز کے بارے میں سوال کروں تو بیشک آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا، یقیناً آپ کو میری طرف سے عذر مل گیا ہے۔ پھر دونوں چلے ایک گاؤں والوں کے پاس آ کر ان سے کھانا طلب کیا تو انہوں نے ان کی مہمانداری سے صاف انکار کر دیا، دونوں نے وہاں ایک دیوار پائی جو گرا ہی چاہتی تھی، اس نے اسے ٹھیک اور درست کر دیا، موسیٰ (علیہ السلام) کہنے لگے اگر آپ چاہتے تو اس پر اجرت لے لیتے۔ اس نے کہا بس یہ جدائی ہے میرے اور تیرے درمیان، اب میں تجھے ان باتوں کی حقیقت بھی بتا دوں گا جس پر تجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ کشتی تو چند مسکینوں کی تھی جو دریا میں کام کاج کرتے تھے، میں نے اس میں کچھ توڑ پھوڑ کرنے کا ارادہ کر لیا کیونکہ ان کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر ایک (صحیح سالم) کشتی کو جبراً ضبط کر لیتا تھا۔ اور اس لڑکے کے ماں باپ ایمان والے تھے، ہمیں خوف ہوا کہ کہیں یہ انہیں اپنی سرکشی اور کفر سے عاجز و پریشان نہ کر دے۔ اس لیے ہم نے چاہا کہ انہیں ان کا پروردگار اس کے بدلے اس سے بہتر پاکیزگی والا اور اس سے زیادہ محبت اور پیار والا بچہ عنایت فرمائے۔ دیوار کا قصہ یہ ہے کہ اس شہر میں دو یتیم بچے ہیں جن کا خزانہ اس دیوار کے نیچے دفن ہے، ان کا باپ بڑا نیک شخص تھا تو تیرے رب نے چاہا کہ یہ دونوں یتیم اپنی جوانی کی عمر میں آ کر اپنا یہ خزانہ نکال لیں۔ یہ تیرے رب کی طرف سے مہربانی تھی۔ میں نے اپنی رائے سے کوئی کام نہیں کیا، یہ ہے اصل راز ان واقعات کی جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کے اس واقعہ سے مندرجہ ذیل سبق ملتا ہے۔

(۱) اپنے آپ پر فخر کرنا غلط ہے، خواہ کیسی بھی خوبی کیوں نہ ہو۔

(۲) اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں پر کبھی ناراض نہیں ہوتا، اور ان کی لغزشوں کو معاف کر دیتا ہے، بلکہ انکی تربیت کے لئے مناسب حالات پیدا کر دیتا ہے۔

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بے پناہ علم ہونے کے باوجود بھی علم کے حصول کے لئے حضرت خضر علیہ السلام سے ملنے کا بہت شوق تھا، پس مزید علم حاصل کرنے کی کوشش میں لگے رہنا یہ نبیوں کی سنت ہے۔

(۴) علم کے حصول کے لئے بہت زیادہ محنت اور صبر کی ضرورت ہوتی ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ محنت صبر اور امتحان کی شکل بدلتی رہتی ہے، مثلاً اس واقعہ میں ایک شخص کی ذرا سی بھول سے دونوں کو

ایک دن اور رات کا اور سفر کرنا پڑا۔

(۵) طالبعلم کو اپنے استاد کا احترام کرنا چاہیے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اتنے بڑے پیغمبر ہونے کے باوجود اپنے راہبر کا احترام کرنے اور انکے سامنے عاجزی وانکساری دکھانے میں عار محسوس نہ کی۔

(۶) اللہ تعالیٰ ہر نبی کو اسکے کام کے مطابق علم عطا کرتا ہے۔ یہی معاملہ اپنے برگزیدہ بندوں کے ساتھ کرتا ہے، اللہ کا علم لامحدود ہے، محمد ﷺ کہتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کشتی میں تھے تو ایک چھوٹا پرندہ آیا، اور کشتی کے کنارے بیٹھ گیا، اور اپنی چونچ میں ایک بوند پانی لیا، یہ دیکھ کر حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا ہم دونوں کا علم اگر ایک ساتھ ملا دیا جائے تو اللہ کے علم کے سامنے بس اتنی ہی حیثیت ہوگی جتنا اس بوند کی سمندر کے سامنے حیثیت ہے (یعنی اللہ کا علم سمندر ہے ہم دونوں کا علم ملا کر ایک بوند کے برابر ہے)۔

(۷) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سفر سے ہمیں سفر کے بارے میں کئی دیگر ہدایات ملتی ہیں، انھوں نے اپنے غلام کو سفر شروع کرنے سے پہلے سفر کی سمت اور منزل بتادی تھی، پس ہمیں بھی اپنے ملازم کو اس طرح کی معلومات دے دینا چاہیے، یہ ہمارے لئے ایک یاددہانی ہے، کیونکہ کئی سردار اس بات کو اپنے لئے باعث عار سمجھتے ہیں، کہ اپنے ملازم کو اپنے سفر کی معلومات دیں۔

(۸) حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ وہ یہ خارق عادت چیزیں خود نہیں کرتے، بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح کا علم دیا ہے، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہیں دیا گیا تھا، یہاں یہ بات ثابت ہوئی کہ ہر قسم کا علم اللہ تعالیٰ کی نعمت اور انعام ہے، اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں اپنے علم میں کا کچھ حصہ دے دیتے ہیں، صرف اللہ تعالیٰ غیب کو جانتا ہے، جبکہ ہماری سمجھ انتہائی محدود ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ کا اس رہنمائی پر اسکا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اتنی ساری مفید چیزیں ہمیں بتائیں۔

الحمدللہ رب العالمین۔

قیامت کے مناظر

اللہ تعالیٰ نے ہماری ہدایت کے لئے قرآن میں جگہ جگہ قیامت کے دن کے مناظر بیان فرمائے ہیں، ان میں سے کچھ منظر نیچے نقل کئے جا رہے ہیں۔ سورۃ الزلزلہ: 8-1

(ترجمہ) جب زمین پوری شدت سے ہلا دی جائے گی، اور اپنے بوجھ باہر نکال پھینکے گی۔ انسان کہنے لگے گا کہ اسے کیا ہو گیا؟۔ اس دن زمین اپنی سب خبریں بیان کر دے گی۔ اس لیئے کہ تیرے رب نے اسے حکم دیا ہوگا۔ اس روز لوگ مختلف جماعتیں ہو کر (واپس) لوٹیں گے تا کہ انہیں ان کے اعمال دکھا دیئے جائیں۔ پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا یا ذرہ برابر برائی کی ہوگی اسے بھی دیکھ لے گا۔

اس چھوٹی سی سورۃ میں جو ہدایت موجود ہے نہایت ہی قابل غور ہے، جیسا کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ سورۃ الزلزلہ نصف قرآن کے برابر ہے۔ یعنی اس میں دی گئی ہدایت نصف قرآن کی ہدایت کے برابر ہے۔ (ترمذی)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ یہ سورۃ الفاذۃ الجامعۃ ہے، یعنی مختصر مگر نہایت جامع ہے، اس سورۃ کی آخری آیت بہت ہی زیادہ موثر ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ یہ آیت قرآن مجید کی انتہائی اہم اور طاقت ور آیت کریمہ ہے۔ اسی طرح سورۃ الحج کی مندرجہ ذیل آیات دلوں کو ہلانے والی ہے۔ سورۃ الحج: 2-1

(ترجمہ) لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو! بلاشبہ قیامت کا زلزلہ بہت بڑی (ہولناک) چیز ہے۔ جس دن تم اسے دیکھ لوگے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور تمام حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے اور تو دیکھے گا کہ لوگ مدہوش دکھائی دیں گے، حالانکہ درحقیقت وہ نشے میں نہ ہوں گے بلکہ یہ اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔

جب پہلی بار صور پھونکا جائے گا تو زمین و پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ سورۃ الحاقۃ: 18-13

(ترجمہ) پس جبکہ صور میں ایک بار پھونکا جائے گا۔ اور زمین اور پہاڑ اٹھا لیے جائیں گے اور ایک ہی چوٹ میں ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے۔ اس دن ہو پڑنے والی (قیامت) ہو پڑے گی۔ اور آسمان پھٹ جائے گا تو وہ اس دن بکھرا ہوا ہوگا۔ اس کے کناروں پر فرشتے ہوں گے، اور تیرے پروردگار کا عرش اس دن آٹھ (فرشتے) اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ اس دن تم سب سامنے

پیش کیے جاؤ گے،تمہارا کوئی بھید پوشیدہ نہ رہے گا۔

جب پہلی بار صور پھونکا جائے گا زمین و آسمان کی ہر چیز مدہوش و بے ہوش ہو جائے گی، سوائے چند فرشتوں کے، پھر یہ فرشتے بھی بے ہوش ہو جائیں گے۔سورۃ الرحمٰن: 27-26

(ترجمہ) زمین پر موجود ہر چیز فنا ہو جائے گی، صرف اور صرف تیرے رب کی ذات باقی بچے گی جو عظمت وانعام والا ہے۔

جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو روحیں جسموں میں واپس آ جائیں گی پھر تمام مخلوقات زندہ کھڑے ہو جائیں گے اور حساب کتاب کیا جائے گا۔سورۃ الزمر: 70-68

(ترجمہ) اور صور پھونک دیا جائے گا پس آسمانوں اور زمین والے سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے مگر جسے اللہ چاہے، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا پس وہ ایک دم کھڑے ہو کر دیکھنے لگ جائیں گے۔ اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اٹھے گی، نامۂ اعمال حاضر کیے جائیں گے نبیوں اور گواہوں کو لایا جائے گا اور لوگوں کے درمیان حق حق فیصلے کر دیے جائیں گے اور وہ ظلم نہ کیئے جائیں گے۔ اور جس شخص نے جو کچھ کیا ہے بھرپور دے دیا جائے گا، جو کچھ لوگ کر رہے ہیں وہ بخوبی جاننے والا ہے۔

حساب کتاب کیلئے گواہ لائے جائیں گے۔سورۃ یاسین: 65

(ترجمہ) ہم آج کے دن ان کے منہ پر مہریں لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں گواہیاں دیں گے، ان کاموں کی جو وہ کرتے تھے۔

اس آیت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایک آدمی اپنا گناہ دوسروں سے چھپا سکتا ہے، لیکن اپنے بدن کے اعضاء سے نہیں چھپا سکتا، قیامت کے دن بدن کے یہی اعضاء گواہی دیں گے، یہ گواہی انسان کے خلاف ہوگی، اگر یہ آیات واقعی ہم سمجھ لیں تو پھر ہم کہیں بھی کوئی گناہ کرنے کی جرأت نہ کریں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ منہ پر مہر لگا دی جائے گی، اسکی ران سے اسکے عمل کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اسی طرح انسان کا گوشت اور ہڈیاں گواہ کی طرح باتیں کریں گی۔(مسلم)

گناہ گاروں کا کھانا کیا ہوگا؟ سورۃ الدخان: 50-43

(ترجمہ) بیشک زقوم کا درخت گناہ گاروں کا کھانا ہوگا، جو تلچھٹ کی طرح ہوگا پیٹ میں کھولتا

رہے گا، جیسے کھولتا پانی جوش کھاتا ہے،اسے پکڑ لو پھر گھسیٹتے ہوئے بیچ جہنم تک پہنچادو، پھراس کے سر پر سخت گرم پانی کا عذاب پہنچاؤ یا بہاؤ (اس سے کہا جائیگا) چکھتا جا تو تو بڑی عزت والا اور بڑے اکرام والا تھا۔ یہی وہ چیز ہے جس میں تم شک کیا کرتے تھے۔

اسکے برعکس سچے ایمان والوں کے ساتھ الگ معاملہ کیا جائے گا، دیکھئے سورۃ الزخرف:73-68

(ترجمہ) میرے بندو! آج تو تم پر کوئی خوف (وہراس) ہے اور نہ تم (بد دل اور) غمزدہ ہوگے۔ جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور تھے بھی وہ (فرماں بردار) مسلمان۔ تم اور تمہاری بیویاں ہشاش بشاش (راضی خوشی) جنت میں چلے جاؤ۔

ان کے چاروں طرف سے سونے کی رکابیاں اور سونے کے گلاسوں کا دور چلایا جائے گا، ان کے جی جس چیز کی خواہش کریں اور جس سے ان کی آنکھیں لذت پائیں، سب وہاں ہوگا اور تم اس میں ہمیشہ رہوگے۔ یہی وہ بہشت ہے کہ تم اپنے اعمال کے بدلے اس کے وارث بنائے گئے ہو۔ یہاں تمہارے لیئے بکثرت میوے ہیں جنہیں تم کھاتے رہوگے۔

اسی طرح سورۃ فصلت:32-30 دیکھئے۔

(ترجمہ) (واقعی) جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھراسی پر قائم رہے ان کے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے) آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو (بلکہ) اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم وعدہ دیے گئے ہو۔ تمہاری دنیوی زندگی میں بھی ہم تمہارے رفیق تھے اور آخرت میں بھی رہیں گے، جس چیز کو تمہارا جی چاہے اور جو کچھ تم مانگو سب تمہارے لیے (جنت میں موجود) ہے۔ غفور ورحیم (معبود) کی طرف سے یہ سب کچھ بطور مہمانی کے ہے۔

یہاں پر جو نزلاً کا لفظ آیا ہے اسکے معنے یہ ہیں کہ مہمان داری کے طور پر شروع میں اللہ کی بہت ساری نعمتیں نازل ہونگی، جیسے ایک مہمان کو بہت ساری مزہ دار چیزیں پیش کی جاتی ہیں، چاہے وہ مانگے یا نہ مانگے، اسکا یہ بھی مطلب ہوگا کہ یہ بیان کردہ نعمتیں تو شروع میں مہمان کو خوش آمد کہتے ہوئے ملیں گی اسکے بعد یہاں سے تم کو کیا کیا ملے گا وہ عظیم سے عظیم تر ہوگا اور اسکی کوئی گنتی نہ ہوگی۔

زید بن اسلم نے روایت کی جو کہ در منثور میں درج ہے، موت کے فرشتے مضبوط ایمان والوں کے پاس اچھی خبریں لیکر تین بار آئیں گے۔ پہلے موت کے وقت پھر قبر میں اور آخری حشر کے میدان میں، یہ فرشتے اچھے ایمان والوں کے دنیاوی ساتھی تھے ان کے دل ودماغ میں اچھی سوچ وفکر ڈالا

کرتے تھے، اور تکلیف اور دکھ کے وقت ان کو صبر کی تلقین کرتے تھے، یہی فرشتے حشر کے میدان میں اہل ایمان کو جنت میں داخل ہونے کا پروانہ دیں گے۔

اسکے برعکس کافروں کو فرشتے کس طرح جہنم کی طرف ہانکیں گے۔ سورۃ الزمر: 72-71

(ترجمہ) کافر گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہنکائے جائیں گے، جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے اس کے دروازے ان کے لیے کھول دیئے جائیں گے، اور وہاں کے نگہبان ان سے سوال کریں گے کہ کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے تھے؟ جو تم پر تمہارے رب کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمھیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے؟ یہ جواب دیں گے کہ ہاں درست ہے لیکن عذاب کا حکم کافروں پر ثابت ہو گیا۔ کہا جائے گا کہ اب جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ جہاں ہمیشہ رہیں گے، پس سرکشوں کا ٹھکانا بہت ہی بُرا ہے۔

اس کے برعکس فرشتے اہل ایمان کو خوشخبری سنائیں گے اور مبارکباد دیں گے، اور اہل ایمان اس پر فخر کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کا اور زیادہ شکر ادا کریں گے۔ سورۃ الزمر: 74-73

(ترجمہ) اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے تھے ان کے گروہ کے گروہ جنت کی طرف روانہ کیے جائیں گے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آ جائیں گے اور دروازے کھول دیئے جائیں گے اور وہاں کے نگہبان ان سے کہیں گے تم پر سلام ہو، تم خوش حال رہو تم اس میں ہمیشہ کے لیے چلے جاؤ۔ یہ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ پورا کیا اور ہمیں اس زمین کا وارث بنا دیا کہ جنت میں جہاں چاہیں مقام کریں پس عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا بدلہ ہے۔

یہاں غور فرمائیے کہ لوگوں کو گروپ کی شکل میں جنت یا جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔ زمر کا مطلب گروپ یا جماعت ہوتا ہے مندرجہ بالا نکتہ بہت اہم ہے اسی وجہ سے اس لفظ کو اس سورۃ کا نام دیا گیا ہے۔

آخرت میں بھی ہر ایک گروپ کا انجام اکٹھا ہوگا پس اگر ہم اچھے لوگوں کی صحبت میں رہیں اور نافع علم کے متلاشی رہیں تو انشاءاللہ ہم جنت کے بہترین امیدوار بن جائیں گے۔ گو یہ یاد رہے کہ بالآخر جنت میں داخلہ صرف اور صرف اللہ کی رحمت کے باعث ہوگا، ہم اللہ تعالیٰ سے اسکے رحم و کرم اور فضل و احسان کی بھیک مانگتے ہیں۔ (آمین)

قرآن کریم اور اصل توریت کی تعلیمات میں مشابہت

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ سورۃ الاسراء کی آیت 38-22 توریت کی ہی تعلیمات کالُب لباب ہے (مظہری)۔

چونکہ یہ تعلیمات قرآن میں ہیں اس لئے ان پر عمل پیرا ہونا مسلمانوں پر بھی ویسا ہی فرض ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں پر فرض تھا، تمام رسولوں کو ہدایات دینے والی ذات ایک اللہ ہی کی ہے، اسلئے تمام رسولوں کی تعلیم اور ہدایات میں یکسانیت ہے اور اسکی روح بھی ایک ہی ہے۔

لوگوں کے نیک اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں اسی صورت میں قابل قبول ہیں جب وہ اہل ایمان ہوں اور اپنے وقت کے رسول کی ہدایات کے مطابق عمل پیرا ہوں، اوپر کی آیت میں ان اعمال کا تذکرہ ہے جن کو اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے، اور انعام واکرام کا وعدہ کرتا ہے، اسکے برعکس کسی بھی قسم کی نافرمانی کے نتیجے میں سزا اور عذاب سے خبردار کرتا ہے۔

سب سے پہلے اللہ کی وحدانیت پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اسکے فوراً بعد اللہ نے والدین کی اطاعت فرض کی ہے۔ سورۃ الاسراء: ۲۵-۲۲

(ترجمہ) اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ ٹھہرا کہ آخر تو برے حالوں بے کس ہو کر بیٹھ رہے گا۔ اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا۔ اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا یہ دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اف تک نہ کہنا، نہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا بلکہ ان کے ساتھ ادب واحترام سے بات چیت کرنا۔ اور عاجزی اور محبت کے ساتھ ان کے سامنے تواضع کا بازو پست رکھے رکھنا اور دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار! ان پر ویسا ہی رحم کر جیسا انہوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی ہے۔ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے تمہارا رب بخوبی جانتا ہے اگر تم نیک ہو تو وہ تو رجوع کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔

پس انسانوں کے حقوق میں سب سے بڑھ کر والدین کے حقوق ہیں (اسی کتاب میں والدین کے حقوق کے متعلق ایک الگ مضمون موجود ہے)۔

اسکے بعد ہمیں رشتہ داروں غریبوں اور مسافروں کے حقوق کی ادائیگی پر زور دیا گیا ہے۔ سورۃ الاسراء: 27-26

(ترجمہ) اور رشتے داروں کا اور مسکینوں اور مسافروں کا حق ادا کرتے رہو اور اسراف اور بیجا خرچ سے بچو۔ بیجا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔ اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔

اسی طرح کی بات سورۃ التوبہ:60 میں کی گئی ہے۔

(ترجمہ) صدقے صرف فقیروں کے لیے ہیں اور مسکینوں کے لیے اور ان کے وصول کرنے والوں کے لیے اور ان کے لیے جن کی تالیف قلب مطلوب ہو اور گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے لیے اور اللہ کی راہ میں اور مسافر نوازی کے لیے، فرض ہے اللہ کی طرف سے، اور اللہ علم وحکمت والا ہے۔

اسکے بعد کی آیت ہمیں خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کرنے کی تعلیم دیتی ہے۔ سورۃ الاسراء:30-29

(ترجمہ) اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ اسے بالکل ہی کھول دے کہ پھر تم ملامت زدہ اور حسرت میں مبتلا ہو کر بیٹھ رہو۔ یقیناً تیرا رب جس کے لیے چاہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہے تنگ، یقیناً وہ اپنے بندوں سے باخبر اور خوب دیکھنے والا ہے۔

پس نہ تو ہمیں بخل کرنا چاہیے اور نہ ہی اتنا خرچ کرنا ہے کہ اس کے نتیجے میں ہم خود تنگ دست ہو جائیں۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ ایک لڑکا آپ ﷺ کے پاس آیا، اور کہنے لگا میری ماں آپ سے ایک قمیص مانگ رہی ہے، حضرت محمد ﷺ نے فرمایا مہربانی کر کے کسی اور وقت آؤ جب میرے پاس مطلوبہ چیز موجود ہو، وہ لڑکا پھر واپس آ کر کہنے لگا کہ آپ کے بدن پر جو قمیص ہے اسی کو میری ماں مانگ رہی ہے، حضرت محمد ﷺ نے اپنی قمیص اتار کر اسکے حوالے کر دی، اب محمد ﷺ کے پاس بدن ڈھانکنے کے لئے کوئی قمیص نہ تھی، اسی وقت نماز کے لئے اذان ہوئی لوگ آپ ﷺ کا مسجد میں انتظار کر رہے تھے، جب بہت دیر تک آپ ﷺ باہر نہ آئے تو صحابہ پریشان ہو گئے، جب وہ آپکے کمرے میں گئے تو آپ کو دیکھا کہ آپ ﷺ کھلے بدن بغیر قمیص کے بیٹھے ہوئے تھے، یہ آیت ہم کو یہ سبق دیتی ہے کہ ہمیں بہت زیادہ مصیبت اپنے ہاتھوں پیدا نہیں کرنا چاہئے، ایک انسان ہونے کے ناطے ہم

جتنا کر سکتے ہیں اتنا ہی کریں۔

اگلی آیت مفلسی کے ڈر سے بچوں کو قتل کرنے سے منع کرتی ہے۔سورۃ الاسراء: 31

(ترجمہ) اور مفلسی کے خوف سے اپنی اولاد کو نہ مار ڈالو ان کو اور تم کو ہم ہی روزی دیتے ہیں، یقیناً ان کا قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

اللہ تعالی یہ ہدایت نہایت دلچسپ اور بلیغ انداز میں بیان کرتے ہیں، اللہ تعالی کا فرمان ہے کہ ہم روزی بچوں کو دیتے ہیں اور تمہیں بھی، یعنی والدین کو روزی بچوں کی وجہ سے ہی ملتی ہے، پس بچوں کو قتل کرنا صریح غلطی اور گناہ ہے۔

یہاں اس چیز کا خیال بھی رکھنا چاہئے کہ رزق دینے والا اللہ ہے نہ کہ والدین، اسلئے بچوں کو مفلسی کے ڈر سے مارنا بہت بڑی حماقت ہے۔

اگلی آیات کریمہ میں زنا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔سورۃ الاسراء: 32

(ترجمہ) خبردار زنا کے قریب بھی نہ پھٹکنا کیوں کہ وہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت ہی بُری راہ ہے۔

حضرت محمد ﷺ کہتے ہیں کہ حیاء ایمان کا ایک اہم شعبہ ہے۔(بخاری)

اگر حیاء کو نظر انداز کر دیا گیا تو سماجی اور اخلاقی طور پر انسانیت کا جنازہ نکل جاتا ہے۔

اگلی آیات کریمہ میں کسی کو ناحق قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔سورۃ الاسراء: 33

(ترجمہ) اور کسی جان کو جس کا مارنا اللہ نے حرام کر دیا ہے ہرگز ناحق قتل نہ کرنا اور جو شخص مظلوم ہونے کی صورت میں مار ڈالا جائے ہم نے اس کے وارث کو اختیار دیا ہے پس اسے چاہئے کہ قتل کے معاملہ میں حد سے نہ بڑھے اس لئے کہ اس کی مدد کی گئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا تمہیں کسی مسلمان کو قتل کرنے کا حق نہیں ہے، جبکہ وہ اللہ کی وحدانیت پر اور محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان لا چکا ہے، ہاں تین صورتوں میں قتل کیا جا سکتا ہے۔

(الف) اگر شادی شدہ مسلمان زنا کرے۔

(ب) اگر کسی نے کسی مسلمان کو ناحق قتل کر دیا ہو، مقتول کے رشتہ دار حکومت سے حق کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔

(ج) اگر کوئی اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو جائے ، اگلی آیت میں یتیموں کے مال کی

حفاظت کی تلقین ہے۔ سورۃ الاسراء: 34

(ترجمہ) اور یتیم کے مال کے پاس نہ پھٹکو مگر اس طریقہ سے جو بہترین ہو۔ یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور عہد پورا کرو۔ بیشک عہد کے بارے میں جواب دہی ہو گی۔

اس مضمون کے شروع میں ہم نے بتایا کہ فضول خرچی نہیں کرنا چاہیے، پس کسی یتیم کے پیسے کو ہمیں کسی غلط جگہ ہرگز خرچ نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ یتیم بچہ خود اپنے حقوق مانگنے کی بھی طاقت نہیں رکھتا، پس کسی یتیم کے پیسے کو غلط جگہ استعمال کرنا خود اپنا پیسہ غلط جگہ استعمال کرنے سے زیادہ بڑا گناہ ہے۔

اگلی آیت ہمیں ناپ تول میں ایمان داری پر ابھارتی ہے۔ سورۃ الاسراء: 35

(ترجمہ) اور جب ناپنے لگو تو بھرپور پیمانے سے ناپو اور سیدھی ترازو سے تولا کرو۔ یہی بہتر ہے، اور انجام کے لحاظ سے بھی بہت اچھا ہے۔

پس صحیح ناپ تول نہ صرف مذہبی طور پر ہی نیکی ہے بلکہ دنیا کے اعتبار سے بھی اسکے بہت سارے فائدے ہیں۔

(الف) یہ عوام کے ساتھ تعلقات کو استوار کرتا ہے، اور تجارت کو ترقی دیتا ہے۔

(ب) اس عمل کی وجہ سے باذن اللہ جنت ملے گی۔

اسی موضوع کی اہمیت کے مدنظر سورۃ المطففین نازل ہوئی۔ سورۃ المطففین: 3-1

(ترجمہ) بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی۔ کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں۔ اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔

درحقیقت ناپ تول میں کمی کرنا دوسروں کے حقوق کو غصب کرنا ہے۔ یاد رہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہونے کی ایک بڑی وجہ یہی تھی۔

اگلی آیت انسان کی سماجی زندگی کے بارے میں ہے۔ سورۃ الاسراء: 36

(ترجمہ) جس بات کا تجھے علم ہی نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ۔ کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے۔

اگلی آیت ہمیں غرور و تکبر سے روکتی ہے۔ سورۃ الاسراء: 37

(ترجمہ) اور زمین میں اکڑ کر نہ چل حقیقت یہ ہے کہ تم نہ تو زمین کو پھاڑ سکتے ہو اور نہ ہی

پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتے ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ ایک آدمی اگر ذرہ برابر بھی غرور کرے گا تو جنت میں نہیں جائیگا۔ (مسلم)

حضرت عیاض بن حمادؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عجز وانکساری اور شرم وحیا کے ساتھ رہنے کی تعلیم دی ہے۔ ہمیں غرور وتکبر سے دور رہنا چاہئے اور کسی دوسرے پر ظلم نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ مندرجہ بالا ہدایات کی نافرمانی کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔ سورۃ الاسراء:38

(ترجمہ) یہ سب ایسی چیزیں اور باتیں ہیں کہ انکی برائی تمہارے رب کے لئے انتہائی ناپسند اور مکروہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور یہودیوں کو بلکہ تمام بنی نوع انسان کو ان ہدایات پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین!

مسجدوں کا احترام

حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں کہ ہر انسان فطرت کے مطابق پیدا ہوتا ہے، البتہ بعض والدین اور اسکا ماحول اسکو صحیح عقائد سے گمراہ کر دیتا ہے۔ اور اسے عیسائی یا یہودی یا کسی اور مذہب کا پیروکار بنا دیتا ہے۔ جبکہ اسلامی تعلیمات عیسائیوں کے غلط عقائد کے بالکل خلاف ہے، مثلاً عیسائی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہر انسان فطری طور پر گناہ گار پیدا ہوتا ہے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب پر لٹک کر اپنی جان کا کفارہ دے کر تمام عیسائیوں کے گناہوں کو معاف کروا دیا ہے، خواہ عیسائی کی عملی زندگی گناہوں کا پلندا ہی کیوں نہ ہو۔

اسکے برعکس اسلام اللہ تعالیٰ کی ہدایات کی مکمل اتباع کی تلقین کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، یہ ہدایت یافتہ لوگ کہاں مل سکتے ہیں، ایسے لوگ اللہ کے گھروں میں ہی مل سکتے ہیں، جسکو ہم مساجد کے نام سے جانتے ہیں۔ اسلئے ہمیں مساجد کا احترام کرنا چاہئے۔ سورۃ النور: 36-38

(ترجمہ) ان گھروں میں جن کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے کہ بلند کیا جائے یعنی ان کی تعظیم کی جائے۔ اور ان میں اس کا نام لیا جائے۔ ان گھروں میں لوگ صبح و شام تسبیح کرتے ہیں۔ ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے اور نماز کے قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی۔ اس ارادے سے کہ اللہ انہیں ان کے اعمال کا بہترین بدلہ دے بلکہ اپنے فضل سے اور کچھ زیادتی عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ جسے چاہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

سورۃ النور کی آیت نمبر ۳۷ میں ان آدمیوں کی صفت بتائی گئی ہے جو مسجدوں کو ہمیشہ آباد رکھتے ہیں۔ اس آیت میں رجال کا لفظ آیا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسجدیں بطور خاص مردوں کے لئے ہیں۔ جبکہ عورت کی نماز اسکے گھر میں زیادہ بہتر ہے۔ نہ کہ مسجد میں۔

حضرت ام سلمہ یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ محمد ﷺ نے کہا عورتوں کے لئے بہترین مسجدیں انکا گھر ہے۔ اور گھر میں بھی بالکل اندرونی حصہ اور بہتر ہے۔ (مسند احمد)

اسکا یہ مطلب ہے کہ ایک عورت کے لئے زیادہ یہ مناسب ہے کہ وہ گھر میں نماز پڑھے۔ ہاں اگر مسجد میں عورتوں کیلئے الگ جگہ کا انتظام ہو تو عورتیں مسجد میں بھی نماز ادا کر سکتی ہیں۔ خصوصاً اگر مسجد

میں تعلیمی مجلس ہوتو عورتوں کو مسجد میں حاضر ہوکر اس سے استفادہ کرنا چاہئے۔

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا جو کوئی اللہ سے محبت کرتا ہو اسے چاہئے وہ مجھ سے محبت کرے۔ جو مجھ سے محبت کا دعوے دار ہو اسکو چاہئے کے میرے صحابہ کرامؓ کو عزیز رکھے اور جو یہ کہتا ہو کہ وہ میرے صحابہ کرامؓ کو بہت چاہتا ہے وہ قرآن سے زیادہ شغف رکھے۔ اور جو قرآن کو بہت چاہتا ہے تو وہ مسجدوں سے محبت رکھے، مسجدیں اللہ کا گھر ہیں، اللہ نے ان کا ادب واحترام کرنے کا حکم دیا ہے۔ ان جگہوں اور ان جگہوں میں رہنے والوں پر اللہ تعالیٰ کا رحم وکرم ہوتا ہے۔ یہ لوگ مساجد میں نمازیں ادا کرتے ہیں اس دوران اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی ضروریات اور خواہشات کو پورا کردیتے ہیں۔ اور یہ مسجدیں اور انمیں رہنے والے اللہ کی حفاظت میں ہوتے ہیں۔ (قرطبی)

مسجدوں کی اہمیت زمین کے دیگر ٹکڑوں سے زیادہ ہے۔ حضرت ابوامامہؓ نقل کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا جو کوئی مسجد کے لئے گھر سے وضو کرکے نکلے گا اسکو بہت ثواب ملے گا، بلکہ وہ اس آدمی کی طرح ہوگا جو گھر سے حج کے لئے احرام باندھ کر نکلا ہو، اور جو کوئی نماز کے لئے وضو بنا کر مسجد کی طرف جائے گا اسکو عمرے کے برابر ثواب ملے گا، اگر ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرتا رہے گا تو اسکا نام علیین میں لکھا جائے گا۔ (مسلم)

حضرت بریدہؓ روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا جو کوئی گھٹا ٹوپ اندھیرے میں مسجد کی طرف جائے گا اسکو قیامت کے روز بے حساب نور عطا کیا جائے گا۔ (مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے کہا مسجد میں نماز پڑھنا گھر کی نماز یا کسی اور جگہ کی نماز سے بہتر ہے، اگر کوئی آدمی گھر سے نماز کی نیت کرکے وضو کرکے نکلے، ہر قدم جو مسجد کی طرف بڑھتا ہے اللہ کی نظر میں اسکا مقام اتنا ہی بڑھتا جاتا ہے۔ اگر وہ مسجد میں جماعت سے نماز ادا کرنے کا انتظار کررہا ہے۔ تو اسکو انتظار کے دوران بھی نماز پڑھنے کا ثواب ملتا ہے، جب تک وہ انتظار کررہا ہوتا ہے فرشتے اسکے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ اگر وہ وضو کی حالت میں ہو اور کسی کو کوئی تکلیف نہ دی ہو تو فرشتے اللہ سے کہتے ہیں: اے اللہ اس بندے پر رحم فرمائے اور اسکے گناہ معاف فرمائے۔ (مسلم)

حضرت حکم بن عُمیرؓ کہتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: اس دنیا میں مہمان کی طرح رہو،

مسجدوں کو اپنا گھر سمجھو، اپنے دلوں کو نرم اور اللہ کی ہدایات کو قبول کرنے والا بناؤ، اللہ کی عطا کردہ نعمتوں پر غور و فکر کرو۔ اللہ کی یاد سے اسکے خوف سے خوب رؤو۔ دلوں میں دنیا کی رنگینیوں کو جگہ نہ دو۔ اور عالیشان گھروں کی تعمیرات میں نہ لگ جاؤ۔ جہاں شاید تمھیں رہنا تک نصیب نہ ہو۔ علاوہ ازیں اپنی ضرورت سے زیادہ دولت جمع نہ کرو۔ ایسی تمنائیں نہ کرو جو پا نہ سکو۔ (قرطبی)

حضرت ابوالدرداءؓ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ مسجدوں کو اپنا گھر سمجھو۔ کیونکہ انھوں نے اللہ تعالی کے رسول ﷺ کو کہتے سنا تھا کہ جو کوئی مسجدوں کو اپنا گھر سمجھے گا اللہ تعالی اسکے دل کو سکون دے گا۔ اور قیامت کے روز پل صراط پر سے اسکا گذر آسان کر دے گا۔ (قرطبی)

حضرت محمد ﷺ اپنی عمر کے آخری حصے میں کہتے تھے۔ کہ بہت سارے لوگ مسجدوں میں گروپ کی شکل میں بیٹھیں گے۔ اور وہاں صرف دنیا کی باتیں کریں گے۔ اور دنیا سے محبت ان کی گفتگو میں نظر آئے گا۔ تم ان کے ساتھ نہ بیٹھنا کیونکہ اللہ تعالی مسجدوں میں ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔ (قرطبی)

حضرت سعید بن المسیبؒ کہتے ہیں۔ جو کوئی اللہ کے گھر میں بیٹھا ہے وہ گویا اللہ تعالی کی مجلس میں بیٹھتا ہے۔ اسلئے اسکو چاہئے کہ وہ وہاں صرف اور صرف اچھی باتیں کرے۔ (قرطبی)

مساجد کے ادب و احترام کے متعلق علماء کرام نے ہمیں مندرجہ ذیل پندرہ نکات دیئے ہیں۔

(۱) مسجد میں داخلے پر لوگوں کو سلام کرو لیکن اگر یہ لوگ نماز یا قرآن کی تلاوت میں مشغول ہوں تو ان کو سلام نہ کیا جائے۔ اگر مسجد میں کوئی نہ ہو تو ہمیں یہ کہنا چاہئے (السلام علینا و علے عباد اللہ الصالحین) یعنی ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلامتی ہو۔ اس سلام کا جواب فرشتے دیں گے۔

(۲) مسجد میں داخلے کے بعد دو رکعت تحیۃ المسجد نماز پڑھیں اگر داخلہ مندرجہ ذیل تین اوقات میں ہو تو تحیۃ المسجد پڑھنا منع ہے۔

(i) طلوع آفتاب۔ (ii) غروب آفتاب۔ (iii) نصف النہار کے وقت۔

(۳) مسجد میں تجارت کی باتیں نہ کی جائیں۔

(۴) وہاں تیر یا تلوار وغیرہ نہ نکالے۔

(۵) اپنی گم شدہ چیزوں کا اعلان مسجد میں نہ کیا جائے۔

(۶) دنیا کی باتیں نہ کی جائیں۔

(۷) اونچی آواز میں بات نہ کی جائے۔

(۸) جھگڑا نہ کیا جائے۔

(۹) نمازی کے آگے سے نہ گذریں۔

(۱۰) مسجد میں تھوکنا اور ناک صاف کرنا منع ہے۔

(۱۱) اپنی انگلیاں نہ چٹخائیں۔

(۱۲) بدن کے کسی حصے سے نہ کھیلیں۔

(۱۳) صف میں اگر مناسب جگہ نہ ہو تو دو آدمیوں کے درمیان صف میں نہ گھسیں۔

(۱۴) مسجد کی صفائی کا مکمل خیال رکھیں۔ اور چھوٹے بچے یا مجنون کو ساتھ نہ لے جائیں۔

(۱۵) اپنے آپ کو ذکر اللہ میں مشغول رکھیں۔ (قرطبی)

یہاں پر ایک ضروری سوال درج کیا جا رہا ہے وہ یہ کہ مسجدوں کے معاملات کا ذمہ دار کون ہو؟

اس سوال کا جواب سورۃ التوبۃ: 18 میں دیا گیا ہے۔

(ترجمہ) اللہ کی مسجدوں کی رونق و آبادی تو ان کے حصے میں ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں، نمازوں کے پابند ہوں، زکوۃ دیتے ہوں، اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے ہوں، توقع ہے کہ یہی لوگ ہدایت یافتہ ہو جائیں گے۔

ایمان والے لوگوں کی نشانی کیا ہے؟

حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا تم اس آدمی کے ایمان کی گواہی دے دو جو پابندی سے مسجد آتا جاتا ہے۔ (ترمذی)

حضرت سلمان فارسیؓ روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا جو کوئی مسجد میں آئے وہ اللہ کا مہمان ہے۔ جو اللہ سے ملنے گیا ہے۔ اللہ اسکی مہمان نوازی کرتا ہے۔ (مظہری)

سورۃ التوبۃ کی آیت نمبر 18 میں **یعمر** کے مندرجہ ذیل معانی ہیں۔

(الف) مسجدوں کی تعمیر۔

(ب) مسجدوں کی صفائی و مرمت وغیرہ کا انتظام کرنا۔

(ج) مسجد کے دیگر تمام معاملات کا انتظام کرنا۔

(د) مسجد کو ذکر واذکار، تلاوت قرآن، نماز اور تعلیم کے لئے استعمال کرنا۔

پس ان تمام معاملات کے ذمہ دار صرف اور صرف وہی لوگ ہونگے جن کی صفات اوپر بیان کی گئی ہیں۔ ہمیں کسی کو مسجد میں اللہ کا ذکر اور نماز پڑھنے سے نہیں روکنا چاہئے۔ دیکھئے سورۃ البقرۃ:

114

(ترجمہ) اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کئے جانے کو روکے اور ان کی بربادی کی کوشش کرے، ایسے لوگوں کو یہ حق بھی نہیں ہے کہ مسجد میں داخل ہوں مگر ڈرتے ڈرتے۔ ان کے لئے دنیا میں بھی رسوائی ہے اور آخرت میں بھی بڑا عذاب ہے۔

پس کسی انسان کو مسجد میں عبادت وغیرہ نہ کرنے دینا انتہائی بڑا گناہ ہے۔ ایک حدیث میں قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بتائی گئی ہے کہ مسجدیں تو بہت عالی شان ہوں گی۔ لیکن عبادت کرنے والوں کی تعداد بہت کم۔

علامہ اقبال نے یہی بات ایک شعر میں بیان کی ہے

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے یعنی وہ صاحب اوصاف حجازی نہ رہے

اسی طرح کا ایک دوسرا شعر ہے۔

مسجد تو بنادی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے

من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکے

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ چھ چیزیں ایسی ہیں، جو قابل تعظیم ہیں۔ اور بہترین حسن اخلاق کی مظہر ہیں، ان میں سے تین چیزیں تو گھر میں کرنے والی ہیں، اور دوسری تین سفر میں کرنے والی ہیں۔

(۱) قرآن کی تلاوت۔

(۲) پابندی کے ساتھ مسجدوں کی حاضری۔

(۳) ایسا گروپ بنانا جو اللہ کے راستے میں کام کرے۔

(۴) کھانے میں غریبوں کو شامل کرنا۔

(۵) اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرنا۔

(۶) مسافروں سے حسن سلوک سے پیش آنا

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جن عبادتوں کو مسجدوں میں ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے ہمیں انہیں مسجدوں میں ادا کرنے کی توفیق دے۔ اور ہمیں پابندی سے مسجدوں میں جانے والا بنادے۔ (آمین)

صدقات کی فضیلت

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسکی راہ میں صرف خرچ کرنے ہی کی تعلیم نہیں دی بلکہ اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ کہاں کیسے کب اور کتنا خرچ کرنا چاہئے، کسی بھی صدقہ کی مقبولیت کے لئے مندرجہ ذیل شرائط ہیں:

(۱) حلال کمائی سے خرچ کیا جائے۔

(۲) خلوص نیت سے خرچ کیا جائے۔

(۳) ایسے لوگوں پر خرچ کیا جائے جو واقعی اسکے مستحق ہوں۔

(۴) حتی الامکان اسے پوشیدہ رکھا جائے۔

اگر آپ کسی کو صدقہ دینے کی طاقت نہیں رکھتے تو بھلے انداز سے اسکو رخصت کردیں۔ اور اگر صدقہ دیا ہے تو احسان نہ جتائیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ اس نے آپ کو صدقہ دینے کی توفیق عطا فرمائی۔ سورۃ البقرۃ:263

(ترجمہ) نرم بات کہنا اور معاف کردینا اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد ایذا رسائی ہو، اور اللہ تعالیٰ بے نیاز اور بردبار ہے۔

اسی طرح سورۃ البقرۃ آیت 262 پر غور فرمایئے۔

(ترجمہ) جو لوگ اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر اس کے بعد نہ تو احسان جتاتے ہیں نہ ایذا دیتے ہیں، ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے ان پر نہ تو کچھ خوف ہے نہ وہ اداس ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس چیز سے بھی باخبر کررہا ہے کہ کسی کو مدد کرنے کے بعد احسان جتانے سے ہمارا دیا ہوا صدقہ بے سود اور بے کار ہو جاتا ہے، درحقیقت ایسے شخص کا اللہ اور آخرت پر ایمان بہت کمزور ہے۔ اسکا صدقہ اسے کچھ فائدہ نہ دے گا، اس بات کو اللہ تعالیٰ نے ایک بہترین مثال کی ذریعے بیان کیا ہے۔ ایک ایسی چٹان کا تصور کرو جس پر کچھ مٹی ہو اگر اس پر بارش گرتی بھی ہے تو کھیتی نہیں اگتی۔ کیونکہ بارش اس چٹان کو صاف اور ننگی چھوڑ دیتی ہے۔ اسی طرح احسان جتانے والے انسان کا خرچ کرنا اسکو کوئی فائدہ نہ دے گا۔ دیکھئے سورۃ البقرۃ:264

(ترجمہ) اے ایمان والو! اپنی خیرات کو احسان جتا کر اور ایذا پہنچا کر برباد نہ کرو! جس طرح وہ

شخص جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرے اور نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھے نہ قیامت پر، اس کی مثال اس صاف پتھر کی طرح ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہو پھر اس پر زوردار مینہ برسے اور وہ اسے بالکل صاف اور سخت چھوڑ دے، ان ریاکاروں کو اپنی کمائی میں سے کوئی چیز ہاتھ نہیں لگتی اور اللہ تعالیٰ کافروں کی قوم کو (سیدھی) راہ نہیں دکھاتا۔

اس کے برعکس ایک آدمی جو اللہ کی رحمت کی امید کرتے ہوئے خرچ کرے اسکو بہترین انعام ملے گا، یہاں تک کہ اسکا تھوڑا خرچ کرنا بھی اللہ کے پاس زیادہ انعام کا مستحق ہوگا۔ سورۃ البقرۃ: 265

(ترجمہ) ان لوگوں کی مثال جو اپنا مال اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی طلب میں دل کی خوشی اور یقین کے ساتھ خرچ کرتے ہیں اس باغ جیسی ہے جو اونچی زمین پر ہو اور زوردار بارش اس پر برسے اور وہ اپنا پھل دگنا لاوے اور اگر اس پر بارش نہ بھی برسے تو پھوار ہی کافی ہے اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

ایسے آدمیوں کی مزید صفات سورۃ الدھر آیت نمبر 9-8 میں دی گئی ہیں۔

(ترجمہ) اللہ کی محبت میں مسکین یتیم اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور یہ کہہ بھی دیتے ہیں کہ ہم یہ کام اللہ کی رضا کے لئے کر رہے ہیں ہم تم سے کوئی بدلہ یا شکریہ نہیں چاہتے۔

آپ ٹھنڈے دل سے ان دونوں قسم کے انسانوں کے درمیان مقابلہ کیجئے کہ ایک آدمی جو احسان جتا کر لوگوں کے دلوں کو دکھاتا ہے دوسرا انسان لوگوں سے کسی شکریہ اور کسی بدلہ کی امید نہیں رکھتا۔ کس نے صدقہ ادا کرنے کی صحیح روح پہچانی۔

علاوہ ازیں ہم کسی کو اگر کوئی چیز صدقہ میں دیں تو وہ بہترین قسم کی ہونی چاہئے۔ بہت سارے لوگ صدقہ میں ایسی چیزیں دیتے ہیں جن کو کوئی پسند نہیں کرتا۔ ایسی چیزیں لوگ صرف بحالت مجبوری قبول کرتے ہیں اور ایسا صدقہ صرف ایک کھیل ہوگا جو اللہ کے یہاں قابل قبول نہ ہوگا۔ سورۃ البقرۃ 267-268

(ترجمہ) اے ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی میں سے اور زمین میں سے تمہارے لئے ہماری نکالی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرو، ان میں سے بری چیزوں کے خرچ کرنے کا قصد نہ کرنا، جسے تم خود لینے والے نہیں ہو، ہاں اگر آنکھیں بند کر لو تو (یعنی صرف تکلفاً قبول کرتے ہو)، اور جان لو کہ اللہ

تعالٰی بے پرواہ اور خوبیوں والا ہے۔

اگر واقعی ہمیں اللہ کی رضا چاہیے تو ہمیں صدقہ میں اپنی محبوب ترین چیز دینی چاہیے۔ سورۃ آل عمران: 92

(ترجمہ) تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ تم اللہ کی راہ میں اپنی محبوب ترین چیز کو نہ خرچ کرو گے۔

جب ابوطلحہؓ نے اس آیت کو پہلی بار سنا انہوں نے اپنا سب سے محبوب باغ اور اسمیں موجود ایک کنواں اسی لمحہ اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا۔ (مسلم، بخاری)

اس کوئیں کی جگہ کی نشان دہی ابھی تک جدید مسجد نبوی میں موجود ہے۔

اسی طرح حضرت زید بن حارث نے اپنا سب سے محبوب گھوڑا اللہ کی راہ میں قربان کر دیا۔ (ابن جریر طبری)

یہ زیادہ بہتر ہے کہ صدقہ خاموشی سے اور چھپا کر دیا جائے۔ حالانکہ کھلے عام صدقہ دینا گناہ نہیں ہے۔ اگر نیت یہ ہو کہ سب کے سامنے صدقہ دینے سے دیگر لوگوں کو صدقہ دینے کا شوق پیدا ہوگا تو عام پبلک میں کھلے کھلے صدقہ ادا کرنا درست ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالٰی سورۃ البقرۃ: ۲۷۱ میں ارشاد فرماتا ہے۔

(ترجمہ) اگر تم صدقے کو ظاہر کرو تو وہ بھی اچھا ہے اور اگر تم اسے پوشیدہ مسکینوں کو دے دو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے، اللہ تعالٰی تمہارے گناہوں کو مٹا دے گا اور اللہ تعالٰی تمہارے تمام اعمال کی خبر رکھنے والا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالٰی ہمیں خلوص نیت سے اپنی بہترین اشیاء کا صدقہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرماویں اور یہ کہ اللہ تعالٰی اسے قبول فرماویں۔

کامیاب زندگی کیلئے انمول نسخہ

ایک کامیاب زندگی گذارنے کے لئے صحیح ہدایت اور حکمت کی ضرورت ہے۔اس ہدایت کے بغیر انسان جہالت کے اندھیروں میں بھٹکتا پھرے گا۔اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے اپنی اس ہدایت کے دروازے کھول دیتا ہے۔سورۃ البقرۃ:269

(ترجمہ) وہ جسے چاہے حکمت اور دانائی دیتا ہے اور جو شخص حکمت اور سمجھ دیا جائے وہ بہت ساری بھلائی دیا گیا،اور نصیحت صرف عقلمند ہی حاصل کرتے ہیں۔

یہ عقلمند لوگ کون ہیں؟ دیکھیے سورۃ الزمر:18

(ترجمہ) جو بات کو کان لگا کر سنتے ہیں، پھر جو بہترین بات ہو اس کی اتباع کرتے ہیں۔یہی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے اور یہی عقلمند بھی ہیں۔

جن لوگوں کو حکمت ملی تھی ان میں سے ایک انسان حضرت لقمان علیہ السلام بھی ہیں۔دیکھیے سورۃ لقمان:12

(ترجمہ)اور ہم نے یقیناً لقمان کو حکمت دی تھی کہ تو اللہ تعالیٰ کا شکر کر ہر شکر کرنے والا اپنے ہی نفع کے لیے شکر کرتا ہے جو بھی ناشکری کرے وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز اور تعریفوں والا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان علیہ السلام پر حکمت کے دروازے کھول دیے۔انھیں حکم دیا گیا تم شکر گذار ہو۔اور اللہ کا احسان یاد کرو۔دوسرے الفاظ میں یہی بات کچھ اس طرح کہی جا سکتی ہے کہ شکر گذاری اور عقلمندی لازم و ملزوم ہیں شکر وہی ادا کرتا ہے جسے اللہ نے عقل و شعور بخشا ہو۔دانا شخص یہ خوب جانتا ہے کہ ہمارے شکر سے اللہ کو کچھ نہیں ملتا،اسمیں صرف ہمارا ہی بھلا ہوتا ہے۔جو کوئی اللہ کا شکر ادا کرتا ہے تو اسکو یہ جان لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی خواہشات سے پاک ہے اور ہمارے شکر سے بالاتر ہے،اسی وجہ سے وہ ہر تعریف کے لائق ہے۔

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو چھ بڑی نصیحتیں کی تھیں۔جو کامیاب زندگی کا ایک بہترین نسخہ ہے۔سورۃ لقمان:13

(۱)(ترجمہ)اور جب کہ لقمان نے وعظ کہتے ہوئے اپنے لڑکے سے فرمایا کہ میرے پیارے بچے!اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا بیشک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔

اسلام میں سب سے اہم چیز توحید ہے۔جسکا مطلب یہ کہ ایک اللہ کی عبادت کرنا۔اور اسکا کسی

بھی شکل میں کوئی شریک نہ ٹھہرانا، اللہ شرک کو کبھی معاف نہ کرے گا، شرک سے چھوٹے گناہوں کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے معاف کرسکتا ہے۔ سورۃ النساء:116

(ترجمہ) اسے اللہ تعالیٰ قطعاً نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شریک مقرر کیا جائے، ہاں شرک کے علاوہ گناہ جس کے چاہے معاف فرما دیتا ہے اور اللہ کے ساتھ شریک کرنے والا بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

(۲) سورۃ لقمان آیات نمبر 15-14 ہمیں نصیحت کرتی ہیں کہ ہم اپنے والدین کا احترام کریں، اور ان کی پوری اطاعت کریں۔ ہاں اگر وہ کسی قسم کے شرک میں مبتلا ہوں تو ان کی اطاعت نہیں کرنی ہوگی۔ سورۃ لقمان:15-14

(ترجمہ) ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق نصیحت کی ہے، اس کی ماں نے دکھ پر دکھ اٹھا کر اسے حمل میں رکھا اور اس کی دودھ چھڑائی دو برس میں ہے، کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکرگزاری کر، (تم سب کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شریک کرے جس کا تجھے علم نہ ہو تو تو ان کا کہنا نہ ماننا، ہاں دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح بسر کرنا اور اس راہ پر چلنا جو میری طرف جھکا ہوا ہو تمہارا سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے تم جو کچھ کرتے ہو اس سے پھر میں تمہیں خبردار کردوں گا۔

(۳) کائنات کی ہر چیز کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے چاہے وہ پوشیدہ ہو یا کھلی ہوئی۔ سورۃ لقمان:16

(ترجمہ) پیارے بیٹے! اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو پھر وہ (بھی) خواہ کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں ہو اسے اللہ تعالیٰ ضرور لائے گا اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین اور خبر دار ہے۔

ہمیں یہ بات بھی نہیں بھولنا چاہئے کہ قیامت کے روز ہمارا حساب کتاب ہوگا۔ اور ہمارے ہر چھوٹے اور بڑے عمل کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ سورۃ سبأ:3 میں یہی بات کہی گئی ہے۔

(ترجمہ) کفار کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت نہیں آئیگی۔ آپ کہہ دیجئے! کہ مجھے میرے رب کی قسم! جو عالم الغیب ہے کہ وہ یقیناً تم پر آئے گی اللہ تعالیٰ سے ایک ذرے کے برابر کی چیز بھی پوشیدہ نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں بلکہ اس سے بھی چھوٹی اور بڑی ہر چیز کھلی کتاب میں درج ہے۔ (یعنی لوح محفوظ میں)

(۴) لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کچھ اہم فرائض کی یاد دہانی کرائی کیونکہ ان کی پابندی کرکے بندہ انتہائی بلندی تک پہنچ جاتا ہے۔ سورۃ لقمان:17

(ترجمہ) اے میرے پیارے بیٹے! تو نماز قائم رکھنا، اچھے کاموں کی نصیحت کرتے رہنا، بُرے کاموں سے منع کیا کرنا اور جو مصیبت تم پر آجائے صبر کرنا، (یقین مان) کہ یہی بڑی ہمت کے کام ہیں۔

(۵) سب سے پہلے ہمیں چاہیے کہ اللہ کے حقوق کو ادا کریں۔ ہمیں یہ کوشش بھی کرنا چاہیے کہ ہم عام لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ حالانکہ یہ کام بہت ہی زیادہ صبر اور اولوالعزمی چاہتا ہے۔ سورۃ لقمان:۱۸

(ترجمہ) لوگوں کے سامنے اپنے گال نہ پھلا اور زمین پر اترا کر نہ چل، کسی تکبر کرنے والے شیخی خورے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔

اس ضمن میں چند احادیث ملاحظہ فرمایئے:

حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ مجھے عمدہ اخلاق کو مکمل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ (موطا امام مالک)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ اللہ کی نظر میں سب سے زیادہ قابل قدر کونسا مسلم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا آدمی جسکے اخلاق سب سے بہتر ہوں۔ (بیہقی)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص اپنے اخلاق کی بدولت جنت کے بہت بلند درجات حاصل کرسکتا ہے، چاہے وہ عبادت میں بہت زیادہ آگے نہ ہو۔ اسکے برعکس گو ایک بندہ بہت بڑا عابد ہو لیکن اگر لوگوں کے ساتھ اسکا اخلاق صحیح نہ ہوں تو وہ جہنمی ہوگا۔ (معجم طبرانی)

حضرت بریدہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کو اپنے رحم و کرم کی لطف نظر سے نہیں دیکھتے جو غرور و گھمنڈ کی وجہ سے اپنے کپڑے کو زمین تک لٹکا کر پہنتا ہو۔ (مسلم)

(۶) آخری نصیحت میں حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو چال اور آواز میں اعتدال کی تلقین کی۔ سورۃ لقمان:19

(ترجمہ) اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کر، اور اپنی آواز پست کر، یقیناً آوازوں میں سب سے بدتر آواز گدھوں کی آواز ہے۔

اسی طرح سورۃ الاسراء:37 کو بھی دیکھیے:

(ترجمہ) اور زمین میں اکڑ کر نہ چل کہ نہ تو زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ لمبائی میں پہاڑوں کو پہنچ سکتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے وہ ہیں جب وہ چلتے ہیں تو مکمل حیاء انکساری اور میانہ روی سے چلتے ہیں۔

حضرت حسینؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد صاحب حضرت علیؓ سے پوچھا کہ رسول اکرم ﷺ لوگوں سے کس انداز میں پیش آتے تھے، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آپ ﷺ ہمیشہ خوش مزاجی سے ملتے، آپ ﷺ اپنے رویہ میں انتہائی نرم تھے۔ اور بات چیت میں دوسرے کا دل موہ لیتے تھے۔

نہ آپ ﷺ زبان سے کسی کو تکلیف دیتے تھے نہ ہی عمل سے۔ نہ آپ بہت اونچی آواز میں بات نہ کرتے اور نہ ہی کوئی نازیبا بات کرتے۔ نہ آپ کنجوس تھے۔ نہ کبھی کسی پر الزام رکھتے۔ جو چیز انہیں پسند نہ ہوتی اس سے بے اعتنائی برتتے اور ایسے معاملہ میں خاموشی اختیار فرماتے۔ آپ ﷺ جھگڑا کرنے۔ تکبر کرنے اور کسی فضول معاملہ میں کبھی ملوث نہیں ہوئے۔ (ترمذی)

اللہ تعالیٰ سورۃ البقرۃ:83 میں فرماتے ہیں:

(ترجمہ) اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے وعدہ لیا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، اسی طرح قرابتداری، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اور لوگوں کو اچھی باتیں کہنا، نمازیں قائم رکھنا اور زکوۃ دیتے رہا کرنا، لیکن تھوڑے سے لوگوں کے علاوہ تم سب پھر گئے اور منہ موڑ لیا۔

پس اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ لوگوں سے بھلے انداز اور نرمی سے خطاب کرو۔

مثلاً جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو فرعون کے پاس بھیجا تو یہ ہدایت دی۔ سورۃ طہٰ:44

(ترجمہ) تم دونوں جا کر نرمی سے بات کرو شاید کہ وہ نصیحت حاصل کرے اور اللہ سے ڈرے۔

یاد رکھئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام سے بہتر آج کل کے مقررین ہرگز نہیں ہو سکتے۔ اور فرعون سے بُرا سامع کوئی نہیں ہو سکتا۔ اسی وجہ سے ہر مقرر کو چاہئے کہ ہر سامع کے سامنے بھلے انداز میں بات کرے۔ اور **فقولوا قولاً کریما** کی نصیحت پر عمل کرے۔

حضرت لقمان علیہ السلام کی ان ہدایات پر عمل کر کے ہر کوئی کامیاب زندگی کی طرف گامزن ہو سکتا ہے۔ یہ نصیحتیں صرف انکے بیٹے کے لئے نہ تھیں، بلکہ یہ نصیحتیں سب کیلئے کارآمد ہیں۔ اس بات کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ان ہی کے نام پر اس سورۃ کا نام رکھ دیا گیا۔

مجھے امید ہے کہ ہر باپ اپنے بچے کو ان ہدایات سے روشناس کرتا رہے گا۔

اسلامی تعلیم کی اہمیت

آیئے ہم اپنے پیارے نبی ﷺ پر نازل ہونے والی پہلی وحی پر غور کریں۔ سورۃ العلق: 3-1

(ترجمہ) اے نبی ﷺ اپنے رب کا نام لے کر پڑھو۔ جس نے پیدا کیا انسان کو (نطفہ مخلوطہ کے) جمے ہوئے خون سے۔ پڑھو اور تمہارا رب بڑا ہی کریم ہے۔

اس پہلی وحی کا پہلا لفظ اقرأ ہے جسکا مطلب ہے پڑھو۔ یہ نہایت مختصر مگر فصیح و بلیغ ہدایت ہے۔ اس میں حضرت محمد ﷺ اور انکے ماننے والوں کو نہ صرف پڑھنے کی تلقین فرمائی گئی ہے بلکہ اس تعلیم پر غور و خوض کر کے عمل کرنے اور اسکو پھیلانے کی بھی تلقین کی گئی۔ اس پہلی وحی میں لفظ اقرأ کا تکرار اس بات کا عکاس ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں تعلیم و تربیت بہت اہم ہے۔ اسی سورۃ العلق میں سیکھنے سکھانے کے طریقے کی بھی وضاحت کر دی گئی ہے۔ یعنی طبع و اشاعت کا ذریعہ قلم ہے۔ قلم حقیقت میں اللہ کا ایک انمول تحفہ ہے۔ جو کہ صرف بنی نوع انسان کیلئے مخصوص ہے۔ پوری کائنات میں صرف انسان ہی کو یہ صلاحیت دی گئی ہے، کہ وہ اپنے ماضی کو قلمبند کرتا ہے اور اپنے احساسات اور مافی الضمیر کو لکھتا ہے۔ اسی وجہ سے انسان قدیم نگارشات سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اور خود ایسے تحریری کارنامے چھوڑ سکتا ہے جو آنے والی نسلوں کے کام آئے۔ آج کے زمانے میں آڈیو اور ویڈیو کیسٹیں کمپیوٹر اور دیگر جدید آلات قلم ہی کی دوسری شکلیں ہیں۔ تعلیم و تبلیغ کا کام کب اور کہاں سے شروع ہونا چاہئے۔ حضرت محمد ﷺ پر تعلیم و تبلیغ کو عام کرنے کیلئے مندرجہ ذیل پہلی وحی نازل ہوئی: سورۃ الشعراء: 214

(ترجمہ) تم اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ۔

پس اسلامی تعلیم کا کام سب سے پہلے اپنے گھر سے شروع ہونا چاہئے۔ یہی طریقہ ہر رسول کا تھا۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں سورۃ التحریم: 6 میں فرماتا ہے۔

(ترجمہ) اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے ڈراؤ۔

اسی آیت کریمہ کو سننے پر صحابہ کرامؓ نے حضرت محمد ﷺ سے پوچھا۔ یارسول اللہ ﷺ اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے کیسے بچائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسلامی تعلیمات کے ذریعے۔

بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ ہمیں پابندی سے نماز ادا کرنے اور ساتھ ہی اپنے گھر والوں کو اسکی تاکید کرنے پر زور دیتا ہے۔ سورۃ طٰہٰ: 132

(ترجمہ) تم اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اسکی پابندی کرو۔

اسلامی تعلیم کو اپنے گھر والوں سے شروع کرنے میں بہت بڑی حکمت مخفی ہے چونکہ گھر والے ہمارے اخلاص اور دیگر اوصاف سے واقف ہوتے ہیں۔اس لئے وہ ہماری بات کو سنجیدگی سے سنیں گے، اور اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔اس طرح تعلیم کی بنیاد پختہ ہوگی۔اس کے برعکس باہر کے لوگوں پر اعتماد قائم کرنے میں دیر لگے گی اور وہ بے اعتنائی برتیں گے۔جبکہ گھر کے لوگ جان و مال سے مدد کریں گے۔

ہمارے سلف صالحین نہ صرف خود تعلیم حاصل کرنا چاہتے تھے، بلکہ یہ بھی چاہتے تھے کہ آئندہ نسلیں اسلامی تعلیم و تربیت سے مزین ہوں۔مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مندرجہ ذیل دعا دیکھئے۔سورۃ البقرۃ:128

(ترجمہ) اے ہمارے رب! ہمیں اپنا فرمانبردار بنالے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک جماعت کو اپنی اطاعت گزار رکھ اور ہمیں اپنی عبادتیں سکھا اور ہماری توبہ قبول فرما، تو توبہ قبول فرمانے والا اور رحم و کرم کرنے والا ہے۔

پس ہمارے آباء و اجداد کی زندگی کا مقصد علم حاصل کرنا اور اسے اپنی اولاد تک پہنچانا تھا۔تاکہ وہ بھی حقیقی طور پر اللہ کے اطاعت گذار بندے بن سکیں۔اسی لئے اوپر والی دعا میں انھوں نے یہ حصہ بھی بڑھا دیا۔سورۃ البقرۃ:129

(ترجمہ) اے ہمارے رب! ان میں انہیں میں سے رسول بھیج جو ان کے پاس تیری آیتیں پڑھے، انہیں کتاب و حکمت سکھائے اور انہیں پاک کرے، یقیناً تو غلبہ والا اور حکمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کو قبول فرمایا اور اس کام کیلئے حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا۔یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ کا انسانوں پر سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے اپنے بندوں کے لئے ہدایات کا نزول کیا۔اللہ تعالیٰ نے اس احسان کا ذکر سورۃ آل عمران 164 میں بھی کیا ہے۔

(ترجمہ) بے شک مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ ان ہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا، جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے، یقیناً یہ سب اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

حضرت محمد ﷺ نے اس ذمہ داری کو کیسے نبھایا۔آپ ﷺ نے مدینہ منورہ پہنچتے ہی وہاں مسجد تعمیر

کی۔ اس وقت وہاں پر مسجد کا ایک حصہ علم سیکھنے سکھانے کے لئے متعین کر دیا گیا تھا۔ جسے صفہ کہتے تھے۔ اس جگہ کئی صحابہ کرامؓ دن رات قیام کیا کرتے تھے۔ وہ وہاں پڑھنے پڑھانے اور سیکھنے کے ساتھ ساتھ وہیں رہتے کھاتے پیتے اور سوتے تھے ان مقیم احباب کو اصحاب صفہ کہتے ہیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے اسکو رہائشی یونیورسٹی (Open Resedential University) کا نام دیا ہے۔

اس یونیورسٹی میں طلباء کی تعداد کتنی تھی؟ ایک مرتبہ حضرت سعد بن عبادہ نے اس یونیورسٹی کے اسی ۸۰ طلبہ کو شام کے کھانے کے لئے بلایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تعداد اچھی خاصی تھی، یہ یونیورسٹی کیسے چلتی تھی؟ یہ مالدار مسلمانوں کے تعاون سے اور اپنی مدد آپ کے ذریعے چل رہی تھی۔ مثلاً حضرت معاذ بن جبلؓ اللہ کی راہ میں بہت خرچ کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ مقروض ہو گئے۔ انھوں نے اپنا قرض ادا کرنے کے لئے اپنا گھر بھی بیچ ڈالا۔ اب ان کے پاس رہنے کے لئے کوئی جگہ نہ تھی۔ اسی لئے اب وہ خود بھی اسی یونیورسٹی میں رہنے لگے۔ وہ یونیورسٹی پر بوجھ بننا نہیں چاہتے تھے۔ اس یونیورسٹی کے طلبہ کے لئے امداد کے طور پر جو کھجوریں آتی تھیں ان کی دیکھ بھال کرنے کی ذمہ داری معاذ بن جبلؓ کو دے دی گئی پس ہمارا فرض ہے کہ ہم اسلامی تعلیمی اداروں کی ہر ممکن مدد کریں۔ یہاں پر یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہی حضرت معاذ بن جبلؓ جب یمن کے گورنر بنے آپ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ قریہ قریہ گاؤں گاؤں تعلیمی ادارے قائم کریں۔ اور ان میں تعلیم وتربیت کا اعلےٰ انتظام کریں۔

تعلیم وتربیت کی مزید اہمیت مندرجہ ذیل واقعات سے بھی ثابت ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ حضرت محمد ﷺ اپنے گھر سے مسجد نبوی میں داخل ہوئے، تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ صحابہ کرام کے دو گروہ مسجد میں بیٹھے ہیں۔ ایک گروہ اللہ کا ذکر کر رہا تھا۔ دوسرا گروہ سیکھنے سکھانے یعنی تعلیم کے کام میں لگا ہوا تھا۔ یقیناً دونوں گروہ فائدہ مند کام میں مصروف تھے۔ پھر بھی آپ ﷺ سیکھنے سکھانے والے گروہ کے ساتھ جا بیٹھے۔ اس سے اسلامی تعلیم کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں آپ ﷺ یہ دعا فرماتے ''اے اللہ میری زندگی کا کوئی دن ایسا نہ گزرے جس میں میں کوئی نہ کوئی نئی چیز نہ سیکھوں''۔

نوٹ کیجئے غزوۂ بدر میں جب کچھ قیدی اپنی رہائی کے لئے اپنا فدیہ نہ دے سکے تو آپ ﷺ نے ایسے ہر قیدی کو اجازت دے دی کہ کم از کم دس مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے۔ یہی اس کا فدیہ

ہوگا۔اس سے ظاہر ہوا کہ آپ ﷺ تعلیم کے لئے غیر مسلموں سے بھی مدد لینے میں مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔یعنی اگر مسلم ٹیچر نہ ہوں تو غیر مسلم اساتذہ سے بھی علم حاصل کیا جاسکتا ہے۔

ایک مرتبہ ایک نو سال کا لڑکا حضرت محمد ﷺ کے پیچھے سفر کر رہا تھا۔آپ نے اسکو مخاطب کر کے کہا: اے نوجوان لڑکے سنو میں تمہیں چند عقلمندی کی باتیں سکھاتا ہوں۔اگر دنیا کی ہر چیز اور دنیا کے تمام انسان جمع ہو کر بھی تمہیں کچھ فائدہ پہنچانا چاہیں تو بھی وہ تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے جب تک کہ اللہ تعالیٰ نہ چاہے۔اسی طرح کائنات کی ہر چیز اور ہر انسان مل کر تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتے۔جب تک کہ اللہ تعالیٰ نہ چاہے۔

ہمیں واقعی اس بات پر حیرت ہوتی ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے کیوں اس کمسن لڑکے کو اتنی زیادہ اہم اور عقل کی باتیں بتائیں۔آپ ﷺ اس نوجوان کی ذہانت اور صلاحیتوں سے خوب واقف تھے۔وہ نوجوان لڑکا حضرت عبداللہ بن عباسؓ تھے۔اسی علمی کمال کی بنا پر حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو اپنی حکومت کی مجلس شوریٰ میں شامل کیا۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ اپنی جوانی میں ہی اس وسیع عریض اسلامی حکومت کے روزمرہ کے مسائل کا حل کیا کرتے تھے۔اس کونسل کے دوسرے ممبران معمر بدری صحابہ کرامؓ تھے۔انھوں نے اس نوجوان کی مجلس شورے میں شمولیت کو قدرے عجیب سمجھا۔تاہم حضرت عمرؓ نے صحابہ کرام کے اس اضطراب کو بھانپ لیا اور مجلس شوریٰ کے معمر ممبران سے یہ سوال کیا بتاؤ سورۃ النصر کا شان نزول کیا ہے۔صحابہ کرامؓ نے کہا کہ یہ فتح مکہ کی طرف اشارہ کرتی ہے کیونکہ اس وقت اکثر لوگ اسلام میں داخل ہو گئے تھے عمرؓ نے یہی سوال حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کیا۔انھوں نے تمام کے سامنے برجستہ کہا۔میرے خیال میں اس سورۃ کی شان نزول یہ تھی کہ آپ ﷺ کا کام پورا ہو چکا تھا۔اور آپ ﷺ ہم کو چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہونے والے تھے۔حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں بھی اسکا یہی مطلب سمجھتا ہوں معمر حضرات یہ سن کر دنگ رہ گئے۔اور حقیقت بھی یہی تھی کیونکہ سورۃ النصر ہی وہ آخری مکمل سورۃ ہے جو آپ پر ایک ساتھ نازل ہوئی تھی۔اسکے نازل ہونے کے بعد آپ نے اپنا ذکر بدل دیا تھا۔پہلے آپ پڑھتے تھے۔سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔اس سورۃ کے نزول کے بعد آپ ﷺ یہ پڑھنے لگے۔سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ واتوب الیہ۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا آپ نے ذکر کیوں بدل دیا؟ جواباً آپ ﷺ نے کہا مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔یہ کہہ کر آپ نے سورۃ النصر کی تلاوت کی۔اس تفصیلی بحث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے نوجوان دانش وروں میں بہت ساری خوبیاں پنہاں ہوتی ہیں اگر ان کو پروان چڑھا کر استعمال کیا جائے تو یہ معجزاتی

طور پر سامنے آتی ہے۔ پس ہمارے بچوں کیلئے معیاری اسلامی اسکول بہت ضروری ہے اور ہمیں ان کے بنانے۔ چلانے اور اعلےٰ تعلیم فراہم کرنے میں مدد کرنی چاہیۓ۔

حضرت محمد ﷺ نے عورتوں کی تعلیم پر بھی بہت زور دیا ہے۔ المغازی جو سیرت کی سب سے پرانی کتاب ہے اسکے مصنف کا نام ابن اسحاق ہے۔ یہ کتاب مراکش سے شائع ہوئی۔ اسمیں لکھا ہے کہ آپ ﷺ پر جب بھی کوئی آیت نازل ہوتی تو پہلے مردوں کے سامنے پڑھتے۔ پھر وہی عورتوں کو سناتے۔ ان اقدام سے صاف ظاہر ہے کہ آپ ﷺ عورتوں کی تعلیم کی طرف بہت توجہ دیتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "جو شخص اپنی تین بیٹیوں کو صبر کے ساتھ پالے پوسے گا اور انکی صحیح تربیت کرے گا تو یہ قیامت کے روز اسکے لئے جہنم سے بچاؤ کا سامان ہوگا"۔ (بخاری)

دوسری حدیث اس طرح ہے کہ جو شخص اپنی تین بیٹیوں کو پالے پوسے گا اور ان سے رحمدلی کے ساتھ پیش آئے گا اسے ضرور جنت ملے گی۔ (بخاری)

ہمارے سلف صالحین حالات کی ناسازگاری کے باوجود اسلامی تعلیم کے حصول کے لئے کوشاں رہے۔ مثلاً امام شافعیؒ بچپن ہی میں یتیم ہوگئے تھے۔ ان کی والدہ بالکل نادار تھیں انہوں نے اپنے بیٹے کو اپنے بھائی کے پاس چھوڑ دیا۔ اور خود اپنے والدین کے یہاں چلی گئی تھیں۔ امام شافعی نے سات سال کی عمر میں پورا قرآن مجید حفظ کرلیا اور دیگر اسلامی علوم بھی حاصل کئے۔ پھر آپ اپنے چچا کے ہمراہ مکہ مکرمہ گئے اور وہاں کے سب سے بڑے عالم سے حدیث وغیرہ کا علم حاصل کیا۔ اب آپ نے سوچا کہ امام مالک کی شاگردی اختیار کی جائے۔ جو مدینہ منورہ میں تھے۔ لیکن امام شافعیؒ کے پاس سفر کا خرچ نہ تھا۔ انھوں نے اپنے مکہ مکرمہ کے استاد سے ایک سفارشی خط لکھوایا۔ اور کسی طرح سفر خرچ جمع کر کے مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ امام شافعیؒ نے امام مالکؒ کو یہ خط دکھایا۔ انھوں نے خط پڑھ کر غصے سے کہا۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اسلامی تعلیم صرف سفارش سے ہی ملتی ہے۔ امام مالکؒ نے امام شافعیؒ کی صلاحیتوں کو فوراً پہچان لیا اس لئے انھوں نے نہ صرف یہ کہ ان کو اپنا شاگرد بنایا بلکہ اپنی طرف سے ان کو خرچ بھی دیا کرتے تھے۔ امام شافعیؒ امام مالکؒ کے ممتاز ترین شاگردوں میں سے تھے۔

اسی طرح امام سرخسی جو پانچویں صدی ہجری میں گذر چکے ہیں ان کے متعلق ایک دلچسپ واقعہ مشہور ہے۔ آپ فقہی علم میں بہت ماہر تھے۔ آپ بڑے باوقار اور جرأت مند تھے۔ اس وقت کے حکمران نے عوام پر بے جا ٹیکس تھونپ دیا تھا۔ امام سرخسی نے ایک فتویٰ جاری کیا اور عوام کو ٹیکس نہ ادا کرنے کی تلقین کی۔ حکمران ان کو قتل تو نہیں کرسکتا تھا تاہم ان کو ایک بند کنویں میں قید کر دیا۔

امام سرخسی چودہ سال تک اس کنویں میں رہے۔ انھوں نے اس کنویں کے محافظ سے اجازت چاہی کہ انکے طلبہ کو دیوار تک آنے دیا جائے امام سرخسی نے اپنے طلبہ کو اسیر الکبیر نامی کتاب کی مکمل تفسیر نوٹ کرائی (اسیر الکبیر ابوحنیفہؒ کے ایک شاگرد کی لکھی ہوئی تھی)۔ یہ تفسیر چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ اسی طرح انھوں نے مبسوط نامی کتاب جو تیس جلدوں پر مشتمل ہے تیار کروائی۔ اس کنویں میں رہتے ہوئے بھی انہوں نے تعلیم وتربیت کا سلسلہ جاری رکھا اور انہوں نے کئی درجن دیگر کتابیں تصنیف کرڈالیں۔

ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام جیل میں اپنے جیل کے ساتھیوں کو اسلامی تعلیم دیا کرتے تھے۔ پس ناسازگار حالات کے باوجود سیکھنے سکھانے کا یہ کام ہر جگہ اور ہمیشہ چلتے رہنا چاہئے۔

اپنے بچوں کو صحیح اسلامی تعلیم دینے کا انعام کیا ہے۔ سورۃ الطور: 21

(ترجمہ) اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کی پیروی کی ہم ان کی اولاد کو ان تک پہنچادیں گے۔ اور ان کے عمل سے ہم کچھ کم نہ کریں گے۔ ہر شخص اپنے اعمال کے بدلہ میں رہن ہے۔

دوسرے الفاظ میں یہ کہ بعض والدین کے بچے اگر جنت میں کم درجے پر ہوں گے تو یہ والدین چاہیں گے کہ سارہ کنبہ جنت میں ایک ساتھ جمع ہو جائیں۔ اللہ نے یہاں ان کو یکجا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ بشرطیکہ ان کی اولاد بھی ان کی طرح عقیدہ اور ایمان رکھنے والے ہوں اور اپنے والدین کے نقش قدم پر چلنے والے ہوں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ کچھ لوگ جنت میں بہت ہی اونچے مقام میں داخل کیے جائیں گے۔ ان کو خود حیرت ہوگی کہ ان کو کس طرح اتنا اونچا مقام مل گیا۔ کیونکہ انکے اعمال تو اتنے اونچے نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے کہے گا۔ تم نے اپنے پیچھے جو اولاد چھوڑی ہے وہ تمہارے لئے برابر دعا کرتی رہتی تھی۔ ان کی ایک ایک دعا پر تمہارا جنت میں مقام بلند ہوتا جاتا ہے۔ (مسند احمد)

پس ہمیں نہ صرف خود اعلیٰ اسلامی تعلیم حاصل کرنی چاہئے بلکہ اپنی اولاد کیلئے بھی اسکا خاطر خواہ انتظام کرنا چاہئے کیونکہ حضرت محمد ﷺ کی بعثت کا مقصد ہی یہ ہے اور ہماری دنیا و آخرت میں کامیابی کا راز بھی اسی میں مخفی ہے۔ وماعلینا الا البلاغ۔

☆ میں آپ کی کتاب Speeches پڑھ کر حیران رہ گیا کہ آپ نے بہت مشکل امور کو کتنے سادہ پیرائے میں بیان کیا ہے۔ میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں کہ اس کتاب کے مضامین کو وقتاً فوقتاً اپنے کمیونٹی کے اخبار میں شائع کر سکوں۔ محمود نورانی۔ کینیا۔ افریقہ 28 جون 2001

☆ میں نے آپ کی صرف دو کتابیں پڑھی ہیں جو کہ یقیناً عجیب وغریب ہیں۔ میں نے لاتعداد اسلامی کتب کا مطالعہ کیا ہے لیکن آج تک ایسی مفید، سادہ اور واضح طرز تحریر نہیں پایا۔ ان کتابوں کے مضامین میرے جیسی نوجوان مسلمات کے تجسس اور ضروریات کو پورا کرتی ہیں۔ ذکیہ۔ برطانیہ 11 مارچ 2002

☆ میں نے آپ کی کتاب IMY پڑھی۔ اس نے میرے دل ودماغ پر ایسا اثر کیا کہ اس کے مطالعہ کے دوران میری آنکھوں سے بے ساختہ طور پر آنسو بہہ رہے تھے۔ مجھے پتہ چلا کہ میرے مسلمان بھائی اسلامی تبلیغ کا کام نہایت تن دہی سے سرانجام دے رہے ہیں۔ اور اس عمل سے لطف اندوز بھی ہوتے ہیں۔ جبکہ مجھے بے حد شرمندگی ہوئی کہ میں وہ کام نہیں کر رہا جو مجھے بحیثیت مسلمان کرنا چاہئے۔ عبدالرحیم بابران۔ فلپین 23 اپریل 2003

☆ میں نے آپ کی کتاب 'Speeches' پڑھی جو کہ مدینہ میں حج کے دوران بطور ہدیہ تقسیم کی گئی۔ مجھے کتاب پڑھ کر دلی مسرت ہوئی یقیناً آپ کی کتاب سبق آموز تبلیغ کی شاہکار اور علمی لحاظ سے اعلیٰ وارفع ہے۔ اسلام کے فروغ کے لئے آپ کی حکمت اور دوراندیشی بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ اس خط کا مقصد یہ ہے کہ آپ کی اجازت سے اس کتاب کو افریقہ کی لوکل زبان ہوسا (Hausa) میں ترجمہ کر سکوں۔ اس طرح سے پورا براعظم افریقہ اس سے مستفید ہو سکے گا۔ محمد الامین تو قر۔ نائیجیریا۔ افریقہ 13 جولائی 2001

☆ میں نے آپ کی کتاب IMY پڑھی۔ اس نے میرے دل پر بہت اثر کیا۔ مجھ پر اسلام کی سچائی اور اہمیت مزید واضح ہوگئی۔ میں آج سے اسلام پر اور زیادہ کاربند ہونگی۔ اور آپ کی تعلیم وتبلیغ کی بے لوث خدمات سے بے حد متاثر ہوں۔ صفات بیگم۔ برما 21 مئی 2003

☆ آپ کی کتاب Reminders قرآن وحدیث کی تعلیمات سے بھرپور ہے۔ اس میں روزمرہ کے مسائل اور ان کا حل درج ہے تاکہ انسان ایک پاکیزہ زندگی بسر کر سکے۔ کتاب کا سادہ بیان اور موثر طرز تحریر قابل ستائش ہے۔ ڈاکٹر اصغر علی شیخ۔ مدینہ منورہ۔ جون 2001

☆ آپ کی کتاب 'Speeches' میری پسندیدہ اسلامی کتابوں میں سے ایک ہے۔ میں نے کتاب کے عنوان کو بہت دلکش پایا۔ طرز تحریر اور بیان میں روانی بھی قابل تعریف ہے۔ اس کا ہر مضمون متوازن انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اب مجھے آپ کی کتاب Reminders بھی مل گئی ہے۔ یہ بھی اسی رنگ میں رنگی ہوئی ہے۔ ڈاکٹر شکیل فاروقی۔ مدینہ منورہ 29 نومبر 2001

☆ میرا نام میڈور سلیمی (Meddour Salima) ہے۔ میری عمر 19 سال ہے۔ میں نے آپ کی کتاب IMY پڑھی اور اسے بے حد دلچسپ پایا۔ میں حیران ہوں کہ ان نوجوانوں نے کیسے اسلام قبول کیا۔ پھر ان کی زندگیوں میں کیا تغیر آیا اور بالآخر انہوں نے اسلام کی خدمات کتنی خوبی اور محنت سے سرانجام دیں۔ میں دعا کرتی ہوں کہ میری شادی بھی کسی ایسے نوجوان سے ہو۔ میڈور سلیمی۔ الجزائر دسمبر 2003